ڈھل گیا ہجر کا دن

ندا علی عباس

سیاں چھیڑ دیویں
نند چٹکی لیوے
سسرال گیندے پھول
ساس گالی دیویں
دیور سمجھا لیوے
سسرال گیندے پھول
چھوڑا بابل کا انگنا
بھاویں ڈیرہ پیا کا ہو
سسرال گیندے پھول

ڈھولک کی تھاپ سکھیوں بالیوں کی سریلی تان کزنوں کی چھیڑ چھاڑ اور ان سب میں سپاٹ چہرہ لئے بیٹھی وہ..... ''شاہ میر لالا آ گئے عنایہ۔''

دفعتاً ایک لڑکی شور مچاتی اندر داخل ہوئی ساکت بیٹھی عنایہ میں جیسے کرنٹ سا دوڑا وہ جلدی سے اٹھی اور باہر کی سمت دوڑی سامنے ہی راہداری میں شاہ میر لالا چلے آ رہے تھے۔

''شاہ میر لالا!'' اگلے ہی لمحے وہ ان کے سینے سے لگی سسک اٹھی۔

ناولٹ

''آپ کہاں چلے گئے تھے لالا!'' آنسوؤں بھری آنکھیں اٹھا کر انہیں دیکھا وہ تو گویا تڑپ ہی تو اٹھے تھے۔

''سوری گڑیا! ایم سو سوری بس تھوڑا سا کام آن پڑا تھا۔'' دونوں ہاتھوں سے اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے وہ بولے تھے۔

''بس اب میں آ گیا ہوں ناں دیکھنا اپنی گڑیا کو کتنے دھوم دھام سے رخصت کروں گا۔'' چہرے پہ زبردستی کی مسکراہٹ سجائے وہ اس کی پیشانی چومتے ہوئے بولے۔

''لالہ پنچائیت نے کیا فیصلہ دیا۔'' ہراساں آنکھیں لئے وہ پوچھ رہی تھی شاہ میر لالہ نے بے ساختہ نگاہیں چرائی تھیں۔

''کچھ نہیں گڑیا زمین جائیداد دے دلا کے

www.urdugem.com

معاملہ رفع دفع ہو جائے گا۔'' اگلے ہی لمحے انہوں نے خود کو سنبھالا تھا۔

''سچ لالہ۔'' آنکھوں میں امید کی کرن لئے وہ بے ساختہ بولی۔

''سچ میری جان اب چلو اور سنو ٹینشن بالکل بھی نہیں لینی آج تمہاری مہندی ہے ناں آج رات مل کے مزہ کریں گے فل مستی..... ہوں۔'' اس کا سر تھپتھپاتے ہوئے وہ بے ساختہ مسکرائے اور اسے تسلی دیتے ہوئے بولے تھے، لالہ کو ہنستے دیکھ کر عنایہ کی جان میں جان آئی تھی، سر اثبات میں ہلاتے ہوئے وہ واپس ہولی تھی، جہاں مسلسل اس کی سکھیاں مہندی کے گیت گاتے ہوئے ڈھولک بجا رہی تھی، وہ مسکراتی ہوئی ان کے درمیان جا بیٹھی ہر فکر ہر پریشانی کو جھٹک کر، کیونکہ اس کے شاہ میر لالہ اب گھر واپس آ چکے تھے۔

☆☆☆

رات مہندی کا فنکشن کمال کا تھا شاہ میر لالہ ان کے دوستوں اور کزنز نے مل کر جب بھنگڑا ڈالا تو ہر طرف ہو ہا مچ گئی لڑکیوں بالیوں نے دل تھام لئے، کافی دیر مقابلہ بازی چلتی رہی صبح چار بجے جا کر شور تھما اور سب نے اپنے اپنے بستروں کی راہ لی اگلے دن لڑکے والوں کی طرف مہندی لے کر جانا تھا سر شام ہی تیاریاں شروع ہو گئی، دلہن کے کمرے میں اس وقت اچھا خاصا رش تھا لڑکیاں ایک دوسرے سے بڑھ کر حسین لگنے کی کوششوں میں تھی بیڈ پہ نیم دراز عنایہ چہرے پہ مسکراہٹ لئے سبھی کو دیکھنے میں مگن تھی، دفعتاً نیچے عجیب سا شور اٹھا تھا، ساتھ ہی رونے پیٹنے کی آوازیں، لڑکیوں کے ہاتھ جہاں تھے وہی ساکت ہو گئے، بیڈ پہ نیم دراز عنایہ تیزی سے اٹھی بے اختیار دل دھڑکا تھا، تبھی پھولی ہوئی سانسوں سمیت صغریٰ (ملازمہ) وہاں چلی آئی۔

''چھوٹی بی بی جی غضب ہو گیا، شاہ میر لالہ کو پنچائیت نے پھانسی کا حکم سنا دیا۔'' ساکت کھڑی عنایہ دھڑام سے بیڈ پہ گری لڑکیوں نے اپنی اپنی چیخیں روکنے کو بے ساختہ منہ پہ ہاتھ رکھ لئے، اگلے ہی لمحے بیڈ پہ گرے ساکت وجود میں حرکت ہوئی دوسرے ہی پل وہ بھاگتے ہوئے کمرے سے باہر نکل آئی باہر صحن میں ہر طرف کہرام مچا تھا جہاں کچھ دیر پہلے مہمان لڑکیاں گیت گاتے نظر آ رہی تھیں وہاں اب سب خوفزدہ چہرے لئے بیٹھی تھی سامنے ہی چچی اور تائی اماں روتی پیٹتی سینہ کوبی اماں کو سنبھال رہی تھی۔

''ہائے اللہ کتنی بدنصیب بہن ہے ناں اپنی ہی شادی والے دن بھائی کو آخری سفر پہ روانہ کرے گی بے چاری۔'' پاس ہی بیٹھی دو عورتوں کی سرگوشی سنائی دی تھی اسے لگا جیسے کسی نے اس کے کلیجے پہ ہاتھ ڈالا ہو، نظروں کے سامنے ہنستے مسکراتے شاہ میر لالہ گھومنے لگے، بھنگڑا ڈالتے اسے ابٹن لگاتے، مٹھائی کھلاتے، چھیڑ چھاڑ کرتے، ہر جگہ وہ ہی گھومنے لگے، دفعتاً اماں کی زوردار چیخ اسے حال میں لے آئی، اماں شاید بے ہوش ہو گئی تھی چچی اور تائی باقی عورتوں کے ساتھ مل کر اماں کی طرف لپکی اور وہ بجائے اماں کی طرف جانے کے پاؤں گھسیٹتی گیٹ کی طرف چل پڑی۔

گیٹ سے باہر نکلتے ہی اس نے ایک طرف دوڑ لگا دی، بغیر چپل کے پاؤں ایک شانے پہ جھولتا ہوا پیلا دوپٹہ گالوں پہ بے دردی سے پھسلتے آنسو، مگر اسے کب پرواہ تھی پرواہ تھی شاہ میر لالہ کی جنہیں شاید اب تک پورے گاؤں کے سامنے پھانسی لگا دیا ہو یا لگانے والے ہوں۔

''رکیں..... ٹھہریں..... سنیں۔'' پھولی

ہوئی سانسوں کے ساتھ وہ وہاں پہنچی تھی سامنے ہی بھرے مجمع میں سر جھکائے پیچھے کی طرف دونوں ہاتھ باندھے شاہ میر لالہ کھڑے تھے، عنایہ کی بھرائی ہوئی آواز سن کر شاہ میر لالہ سمیت کئی گردنیں حیرت سے اس کی طرف اٹھی تھی مڑی تھی، کئی نظروں میں حیرت غصہ کسی میں پسندیدگی تھی مگر اسے پرواہ کب تھی۔

''پلیز میرے لالہ بے قصور ہیں انہیں کچھ بھی مت کہیں پلیز پلیز۔'' دونوں ہاتھ جوڑ کر سسکتی ہوئی عین فیصلہ کرنے والے بزرگوار کی چارپائی کے سامنے وہ گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گئی۔

''گڑیا!'' شاہ میر لالہ تڑپ کے آگے بڑھے تھے۔

''تم یہاں کیوں آئی ہو، یہ جگہ تمہارے لائق نہیں ہے اٹھو واپس گھر جاؤ۔'' شاہ میر لالہ عین اس کے سامنے جا بیٹھے دونوں بندھے ہاتھوں سے وہ خود کو بے بس محسوس کر رہے تھے۔

''نہیں لالہ آپ انہیں سچ بتائیں انہیں بتائیں ناں کے وہ قتل آپ نے نہیں کیا وہ ایک الزام تھا۔'' وہ بے ساختہ رو دی تھی، ساکت بیٹھے مجمع میں ہلکی ہلکی آوازیں ابھرنے لگی تبھی سامنے بیٹھے چوہدریوں (فیصلہ سنانے والے) میں سے ایک بزرگ نے گلہ کھنکھارا۔

''دیکھو لڑکی! پہلے تو تمہیں یہ بات پتہ ہو گی کہ عورتوں کا پنچائیت میں آنا سخت ممنوع ہے اگر آئے بھی تو سخت پردے میں آتی ہے، ضروری نہیں ہے کہ تم گاؤں کے چوہدری کی بیٹی ہو تو تم پہ یہ پابندی لاگو نہیں گاؤں کی ہر عورت پہ یہ پابندی عائد ہے چاہے وہ کسی چوہدری کی عورت ہے یا کسی کمی کمین کی۔''

''دوسری بات تمہارے لالہ نے ملکوں کی لڑکی کا قتل کیا ہے اور یہ قتل ثابت ہو گیا ہے تمہیں.....''

''نہیں کیا میرے لالہ نے کوئی قتل، ایک بات آپ کی سمجھ میں کیوں نہیں آ رہی۔'' بزرگ کی بات کاٹ کے وہ اتنے زور سے چیخی شاہ میر لالہ بابا سمیت بیٹھے ہر بندے کو گویا سانپ سونگھ گیا۔

''اے لڑکی! تم اس طرح بزرگوں کی بے عزتی نہیں کر سکتی تمہیں اس کی سزا بھی ملے گی۔'' بھرے مجمع میں سے کسی نے چلا کر کہا تھا، حق دق بیٹھے بزرگ نے سکتے سے نکل کر ہاتھ اٹھا کر اس لڑکے کو واپس بیٹھنے کو بولا تھا، دوبارہ اپنا رخ سخن لڑکی کی طرف موڑا۔

''چلو تمہیں ایک موقع دیتا ہوں تمہارے پاس ثبوت ہے اپنے بھائی کا تو ابھی ثابت کرو اگر نہیں تو اگلے دس منٹ میں تمہارے سامنے تمہارے بھائی کو پھانسی پہ لٹکا دیں گے منظور۔'' اسے تائیدی نظروں سے دیکھا۔

اس نے سر ہلا کے شاہ میر لالہ کی طرف دیکھا وہ اسی کی طرف دیکھ رہے تھے نگاہوں میں کیا کچھ نہیں تھا۔

''یہاں سے چلی جاؤ گڑیا دیکھو سب تمہیں کیسے دیکھ رہے ہیں، میرے ہاتھ نہ بندھے ہوتے تو میں سب کی نظریں پھوڑ دیتا۔'' شاہ میر لالہ نے دھیمی آواز میں التجاء کی تھی، انہیں اب بھی صرف اسی کی پرواہ تھی۔

''جواب دو لڑکی۔'' بزرگ دوبارہ مخاطب ہوئے تھے، عنایہ نے لالہ سے نظریں چرا کر ایک نظر خود کو دیکھتے مجمع کو دیکھ کر سامنے جما دی۔

''عنایہ لالہ کی جان واپس چلی جاؤ پلیز۔'' لالہ کی دھیمی مگر کرب میں ڈوبی آواز دوبارہ سنائی دی مگر وہ ساکت بیٹھی رہی۔

''اس دن جب ملکوں کی بیٹی نہر میں ڈوب

www.urdugem.com

کے مری اس دن لالہ اکیلے نہیں تھے میں ان کے ساتھ تھی۔" عنایہ نے تھوک نگلا۔

"اور اگر آپ کو لگتا ہے یہ قتل لالہ سے ہوا ہے انہیں سزا ملنی چاہیں تو پھر میں بھی قصور وار ہوں سزا کی حق دار مجھے بھی ٹھہرایا جائے۔" وہ سپاٹ چہرا لئے سامنے دیکھتے بولتی رہی۔

"جھوٹ عنایہ تم جھوٹ کیوں بول رہی ہو۔" شاہ میر لالہ کرلائے، مگر وہ ان سنی کیے بیٹھی رہی، مجمع میں بیٹھے لوگوں کی دبی دبی سرگوشیاں بلند ہونے لگیں۔

"میں قسم کھا کر کہتی ہوں کہ میں سچ کہہ رہی ہوں۔" وہ دوبارہ سے بولی، شاہ میر لالہ اور بابا نے بے بسی سے اسے دیکھا۔

بزرگ نے ہنکارا بھرا اور سامنے بیٹھے ملکوں سے مخاطب ہوئے۔

"تم لوگ اگر اپنے فیصلے میں ردبدل کرنا چاہو۔"

"ٹھیک ہے چوہدری ہم فیصلہ بدل دیتے ہیں شاہ میر کی جان بھی بخش دیتے ہیں۔" (عنایہ نے جھٹکے سے سر اٹھا کر سامنے دیکھا۔)

"پر ہماری ایک شرط ہے۔" مقتولہ کے تایا (بڑے ملک صاحب) نے کہا۔

"مجھے آپ کی ہر شرط منظور ہے۔" اس سے پہلے بزرگ (چوہدری) کچھ بولتے عنایہ گالوں پہ پھسلتے آنسو صاف کرتے تیزی سے بولی۔

"بولو تمہاری کیا شرط ہے؟" بزرگ نے پوچھا۔

"دیکھو بزرگوں جیسے سالوں سے چلتا آرہا ہے قتل کے بدلے قتل زمین کے بدلے زمین اور لڑکی کے بدلے لڑکی۔" شاہ میر نے چونک کے سر اٹھایا بے ساختہ دل دھڑکا تھا۔

"ہم شاہ میر کو بخش دیتے ہیں یہ اپنی بہن ہمارے حوالے کر دیں، اب صارم چونکہ شادی شدہ ہے چھوٹے ملک کا کوئی اور پتر نہیں تو اس لڑکی کا نکاح ابھی اور اسی وقت میرے لڑکے سے ہوگا۔" بڑے ملک نے اپنا مدعا بیان کیا۔

"کیا بکواس ہے یہ عنایہ میری منگ ہے کل شادی ہے ہماری ایسا تو میں مر کر بھی نہ ہونے دوں گا۔" کب کا خاموش بیٹھا جبار بھڑک اٹھا تھا۔

"ایسا ہوگا اور ابھی ہوگا میرے چاچے کی دھی کا قتل ہوا ہے یہ تیری منگ نے اور اس کے بھائی نے کیا ہے اگر تجھے نہیں منظور یہ شرط تو پھر ٹھیک ہے ابھی پھانسی ہو گی اور دونوں بہن بھائیوں کو ہو گی آگے تم لوگ سوچ لو۔" بڑے ملک کا بیٹا (شجاعت) بھی بھڑک اٹھا تھا چوہدری (بزرگ) نے دونوں کو چپ کروایا اور اپنا رخ سخن شاہ میر لالہ اور خاموش بیٹھے بابا جان کی طرف موڑا۔

"تم لوگوں کو یہ شرط منظور ہے؟"

"نہیں مجھے یہ شرط منظور نہیں۔" شاہ میر لالہ تیزی سے بولے۔

"مجھے منظور ہے میں یہ شادی کرنے کو تیار ہوں۔" عنایہ کے منہ سے نکلنے والے الفاظ پہ شاہ میر اور بابا جان نے تڑپ کے دیکھا مگر وہ متوجہ کب تھی۔

"لڑکی راضی ہے شاہ میر پتر تو فیر سوچ لے۔" چوہدری نے شاہ میر کو دیکھا اور شاہ میر نے عنایہ کو، مگر وہ سپاٹ چہرہ لئے اپنی بات پہ ڈٹی رہی۔

شاہ میر لالہ جانتے تھے وہ اب اپنی بات سے نہیں ہٹنے والی، وہ ایسی ہی تھی، انہوں نے بے بسی سے اپنا سر جھکایا اور کئی پل سوچنے رہنے کے بعد اٹھایا تو چہرہ مطمئن تھا۔

"ٹھیک ہے مجھے منظور ہے۔" عنایہ نے خوشگوار حیرت سے لالہ کو دیکھا۔

"مگر میری بھی ایک شرط ہے۔" اگلے الفاظ سے بے اختیار دل دھڑکا۔

"نکاح شجاعت سے نہیں صارم ملک سے ہوگا۔" ملک صارم نے بے اختیار سر اٹھا کر شاہ میر کو دیکھا وہ بھی اسی کو دیکھ رہا تھا آنکھوں میں نجانے کیا کچھ تھا۔

"تم جانتے ہو ملک صارم پہلے سے شادی شدہ ہے اگر نکاح ہونا ہی ہے تو شجاعت سے کیوں نہیں۔" چوہدری نے حیرت سے شاہ میر کو دیکھا اور پوچھا۔

"جانتا ہوں اس کے باوجود میری شرط یہی ہے۔" شاہ میر سپاٹ چہرہ لئے بولا۔

"اوئے قتل بھی تو نے کیا اب شرطیں بھی تو ہی رکھے گا صارم شادی شدہ ہے میری بہن کا شوہر ہے وہ دوسری شادی نہیں کر سکتا اور تیری بہن کا نکاح مجھ سے ہی ہو گا سمجھا تو۔" ملک شجاعت پھر بھڑک اٹھا تھا، شاہ میر نے غضبناک نظروں سے اسے گھورا۔

"میں تمہارے منہ لگنا نہیں چاہتا اگر تو چاہتا ہے میں تمہارے، زمینوں کو آگ لگانے والے، یا تمہارے خفیہ اڈوں کے بارے میں پول نہ کھولوں تو چپ کر کے بیٹھے رہو اور صارم تم، میں نے تمہاری بہن کا قتل کیا ہے ناں تو بدلے میں میری بہن تمہارے نکاح میں جائے گی تمہارے کسی چچا تایا کے بیٹے کے نکاح میں نہیں، تمہیں اگر نکاح کرنا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ میں سولی پہ لٹنے کو تیار ہوں۔" شاہ میر نے پہلے شجاعت کو ٹھنڈا کیا، (وہ بغلیں جھانکتے چپ چاپ بیٹھ گیا اسے کی خبر تھی اس کے خفیہ اڈوں کا پول یوں سر عام کھل جائے گا) اور پھر صارم سے مخاطب ہوا۔

"ٹھیک ہے صارم یہ نکاح ضرور کرے گا ہمیں مزید کوئی زمین جائیداد خون خرابہ نہیں چاہیے۔" اس سے پہلے صارم کچھ بولتا چھوٹے ملک (صارم کے والد) نے کہا، شجاعت اور بڑے ملک نے غضبناک نظروں سے چھوٹے ملک کو گھورا مگر پرواہ کسے تھی اگلے آدھے گھنٹے میں عنایہ کا نکاح صارم ملک سے ہو چکا تھا اماں تائی چچی کو کسی نے اطلاع کر دی سارا گاؤں جیسے اکٹھا ہو گیا، نکاح کے بعد وہ ہمیشہ کے لئے اس گاؤں اور اپنے پیاروں کو چھوڑ کر صارم ملک کے سنگ روانہ ہو گئی۔

☆☆☆

وہ شاہ میر لالہ سے پانچ سال چھوٹی تھی، بے حد لاڈلی ضدی مگر بے حد حساس، اتنا لاڈ پیار اسے بابا جان اور اماں سے نہ ملا تھا جتنا شاہ میر لالہ کو اسے محبت تھی۔

بابا جان گاؤں کے چوہدری تھے بے تحاشا حساس رحم دل اور نرمی کوٹ کوٹ کے بھری تھی، ملکوں سے ان کی جنگ برسوں سے چلی آرہی تھی، حالانکہ بابا جان نے کئی دفعہ ملکوں کو دوستی کا پیغام بھیجا تھا مگر وہاں سے کبھی سیدھے منہ جواب نہ ملا۔

دوسری طرف ساجد ملک اور عابد ملک دونوں سگے بھائی تھے بھائی ہونے کے باوجود دونوں کی عادات ایک دوسرے سے کافی مختلف تھیں ساجد ملک بے حد مغرور اکھڑ مزاج بدمزاج سخت دل تھے آگے سے اولاد بھی انہی پہ گئی تھی بڑا بیٹا جمشید شادی شدہ تھا مگر آئے دن اس کے افیئرز پورا گاؤں سنتا تھا، جمشید سے بڑی سکینہ تھی منہ پھٹ بدتمیز اور اپنے باپ بھائیوں کی طرح ہی مغرور بددماغ تھی جنہیں اپنی بے تحاشا دولت کا غرور تھا سب سے چھوٹا شجاعت تھا، جوا کھیلنا

www.urdugem.com

شراب پینا اور آئے دن لڑکیاں اغواء کر کے دوستوں کے ساتھ اپنے خفیہ اڈوں پہ لے جانا اس کا پسندیدہ ترین مشغلہ تھا چھوٹے بھائی عابد ملک کا ایک بیٹا صارم اور ایک ہی بیٹی الوینہ تھی صارم اٹھائیس سال کا تھا اس کی شادی دو سال پہلے تایا ساجد کی بیٹی سکینہ سے ہو چکی تھی، سکینہ صارم سے پندرہ سال بڑی تھی یہ شادی ایک بے جوڑ شادی تھی، لڑکیوں کے خاندان سے باہر رشتے کرتے نہ تھے اور سکینہ کے جوڑ کا کوئی رشتہ خاندان میں تھا نہیں صارم ملک شاید کبھی حامی نہ بھرتا اگر اپنے بوڑھے باپ کے جڑے ہاتھ نہ دیکھتا، باپ کی آنکھوں سے نکلنے والے آنسو اسے بے بس کر گئے۔

الوینہ صارم سے سات سال چھوٹی تھی، اس کا رشتہ تایا ساجد کے بیٹے شجاعت سے طے ہو چکا تھا، مگر وہ اسے ایک آنکھ نہ بھاتا تھا، یہ اتفاق ہی تھا کہ وہ اور عنایہ ایک ہی یونیورسٹی میں پڑھتی تھیں، اچھی علیک سلیک بھی تھی دونوں ہی نہ جانتی تھی کہ دونوں کے خاندان ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے الوینہ نے پہلی مرتبہ شاہ میر کو اسی یونیورسٹی میں ہی دیکھا تھا اس دن وہ عنایہ کی کسی ٹیچر سے ملنے آئے تھے، دوسری مرتبہ کی ملاقات بھی اتفاقیہ تھی، اس دن وہ اپنے گاؤں کی حدود میں داخل ہوئی ہی تھی جب ایک تیز رفتار جیپ سے ٹکرا کر گر گئی تھی جیپ ایک جھٹکے سے رکی تھی کوئی تیزی سے نکل کر اس کے قریب آیا تھا۔

"آپ کو چوٹ تو نہیں لگی، ایم سوسوری میں کچھ جلدی میں تھا۔" آواز پہ سر اٹھا کر دیکھا شاہ میر کو سامنے دیکھ کر وہ ساکت رہ گئی۔

"آپ کو درد ہو رہا ہے کیا؟" اسے یوں مسلسل خود کو دیکھتے پا کر شاہ میر بوکھلا گیا نفی میں سر ہلاتی درد کو دباتی وہ بمشکل اٹھ کھڑی ہوئی۔

"نہیں می فائن۔"

"دیکھیں اگر آپ کو زیادہ چوٹ آئی ہے میں آپ کو ہاسپٹل لئے چلتا ہوں۔" شاہ میر اس کے چہرے پہ تکلیف کے آثار دیکھ سکتا تھا ہمدردی سے بولا۔

"نہیں نہیں میں ٹھیک ہوں۔" وہ تیزی سے بولی۔

"اچھا چلیں آئیں میں آپ کو ڈراپ کر دیتا ہوں کہاں جانا ہے آپ کو۔" وہ اسے جھجکتے دیکھ کر جلدی سے بولا تو وہ گھبرا اٹھی۔

"نہیں پلیز میں ٹھیک ہوں چلی جاؤں گی۔" سر سے پھسلتی چادر کو پیشانی تک لاتی گھبرائی گھبرائی سی بولی شاہ میر کو اس کے انداز بے ساختہ ہنسی آئی مگر وہ ضبط کر گیا۔

"آپ عنایہ کی کلاس فیلو ہے ناں۔" اس سے پہلے وہ قدم بڑھاتی شاہ میر کے لفظوں نے اس کے قدموں کو جکڑ لیا۔

"آپ کیسے جانتے ہیں۔" وہ گھبرا کر ساختہ پلٹی۔

"میں نے اس دن آپ کو عنایہ کے ساتھ دیکھا تھا وہ میری سسٹر ہے۔" شاہ میر نے اس کے دھوپ سے تپتے سرخ سفید چہرے کو دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

"میں سمجھی آپ نے نہیں دیکھا ہوگا۔" دھیمی آواز میں بولی۔

"جی۔" شاہ میر کو واقعی سمجھ نہ آئی تھی۔

(کیا یہ یہ بھی جانتا ہے کہ میں اس باپ کے دشمنوں کی بیٹی ہوں)۔

"تھنگ۔" نفی میں سر ہلاتی ہوئی وہ چل دی شاہ میر کتنی ہی دیر کھڑا اس کی پشت گھورتا رہا، پھر کئی دفعہ بہانے بہانے سے وہ سے ملنے یونیورسٹی پہنچ جاتا اور اسی ٹائم جاتا

عنایہ کی یونیورسٹی کا ٹائم ہوتا (عنایہ ان دنوں ہاسٹل میں مقیم تھی) تبھی کئی دفعہ اس کی ملاقات الوینہ سے بھی ہوتی رہی دونوں کے درمیان محبت کب آئی دونوں ہی نہ جان سکے الوینہ کی پڑھائی ختم ہوتے ہی اس کی شادی کی تیاریاں شروع ہوئی وہ اکثر شاہ میر کو رشتہ بھجوانے کا بولتی مگر دونوں ہی جانتے تھے کہ سالوں سے چلتی دشمنی کبھی ختم نہ ہوگی عنایہ شاہ میر اور الوینہ کے علاوہ کوئی ان کی محبت کا گواہ تھا تو وہ صارم چوہدری تھا، اسے بھی برسوں سے چلی آئی اس دشمنی کو ختم کرنا تھا مگر وہ اپنے تایا کی وجہ سے خاموش ہو جاتا اس کے گھر پہ بلکہ پورے خاندان پہ صرف تایا کا اور ان کے بیٹوں کا ہی راج تھا اپنے باپ کی طرح وہ بھی بے بس تھا مگر بہن کے لئے اسے بولنا تھا اور گھر میں جب اس نے شاہ میر کے لئے بات چلائی تو گویا بھونچال آ گیا، تایا اور ان کے بیٹوں کے آگے اس بار وہ ڈٹ گیا اور شاید وہ جیت بھی جاتا مگر اچانک الوینہ کی موت وہ ساکت رہ گیا، کیا تھا دینا اگر تھوڑا سا اور ویٹ کر لیتی اس کا بھائی اس کے لئے لڑ رہا تھا، گاؤں والوں کا خیال تھا کہ الوینہ نے نہر میں چھلانگ لگا کر خودکشی کی تھی مگر جائے وقوعہ پر موجود کچھ لوگوں کا کہنا تھا کہ انہوں نے شاہ میر کو اسے نہر میں دھکا دیتے ہوئے دیکھا تھا مگر شاہ میر اور اس کے خاندان والوں کا کہنا تھا اس دن شاہ میر گاؤں سے باہر تھا صارم ملک خود شاہ میر سے ملا تھا اور اس کی حالت دیکھ کر وہ یقین ہی نہ کر سکا کہ شاہ میر اس کی بہن کا قتل کر سکتا ہے اس کی حالت ہی اتنی خراب تھی وہ الوینہ کو آخری نظر دیکھنا چاہتا تھا مگر صارم جانتا تھا اس وقت اس کا خاندان بھوکے شیر کی طرح شاہ میر کو ڈھونڈ رہا تھا تایا جان نے پنچائیت بٹھائی تھی ان کا پکا ارادہ تھا شاہ میر کو قتل کروانے کا تھا مگر عین ٹائم پہ اس کی بہن نے انٹری دے کر کھیل خراب کر دیا تھا۔

☆☆☆

جبار سے اسے کوئی خاص لگاؤ نہیں تھا وہ اس کا چچا زاد تھا میٹرک پاس تھا پڑھائی سے اسے کوئی خاص لگاؤ نہیں تھا میٹرک کے بعد وہ چچا تایا لوگوں کے ساتھ زمینوں کے کاموں میں لگ گیا وہ خالصتاً بابا جان کی پسند تھا ان کے بھی خاندان سے باہر رشتے دیتے نہ تھے جبار میں وہ ساری خوبیاں تھی جو ایک مرد میں ہونی چاہئیں تھی اگر کوئی خاص تھی تو بس وہ میٹرک پاس تھا شاہ میر لالہ کے علاوہ اگر کسی نے تعلیم حاصل کی تھی تو وہ جبار ہی تھا باقی کسی لڑکے کو پڑھائی کا کوئی شوق نہ تھا۔

کوئی خاص انسیت نہ ہونے کے باوجود اس نے بابا جان اور شاہ میر کے فیصلے پر سر جھکا دیا تھا کیونکہ وہ جانتی تھی اس کا باپ اور بھائی اس سے بے تحاشا پیار کرتے تھے، مگر درمیان میں الوینہ کا قتل، اور شاہ میر لالہ پر الزام، وہ اچھا خاصا ڈسٹرب ہو گئی تھی وہ لالہ اور الوینہ کی محبت کے بارے میں پہلے دن سے جانتی تھی اسے آج بھی دو ہفتے پہلے کا وہ دن یاد تھا۔

شاہ میر لالہ کل سے شہر گئے ہوئے تھے اس دن اسے بھی کچھ چیزیں لینے شہر جانا تھا واپسی میں وہ شاہ میر لالہ کے بنگلے پہ ٹھہرتی اور شاہ میر کے کام ختم ہوتے ہی وہ ان کے ساتھ واپس چلی آتی، ڈرائیور کے ساتھ وہ گاؤں کی حدود سے نکل آئی تھی جب سامنے سے کوئی لڑکی دوڑتی آئی تھی اور ان کی جیپ کے آگے گر گئی تھی، ڈرائیور نے گھبرا کے بریک پہ پاؤں رکھا تھا۔

"کیا ہوا چچا۔" عنایہ نے گھبرائی آواز میں پوچھا۔

www.urdugem.com

"بیٹا کوئی لڑکی جیپ کے سامنے آ گئی اچانک سے۔" ڈرائیور چچا بولے تھے ساتھ ہی جیپ کا دروازہ کھول کر باہر نکل گئے۔

"بی بی جی کوئی لڑکی ہے شاہ میر صاحب کا پوچھ رہی ہے۔" تھوڑی دیر بعد ہی ڈرائیور چچا نے کھڑکی سے سر اندر کر کے اسے بتایا۔

"اوہ وینا ہوگی۔" وہ ایک دم چونک پڑی، چچا اسے اندر لے آئے جیپ کے پچھلی سیٹ پہ عنایہ کے ساتھ بیٹھتے ہی اس لڑکی نے چادر سے کیا نقاب اتارا، سانولے نقوش کی دبلی پتلی سی لڑکی تھی۔

"سلام بی بی! شاہ میر صاحب سے کام تھا۔" نظریں نیچی کیے وہ بولی شاید وہ جھجک رہی تھی۔

"خیریت۔" عنایہ چونکی وہ اس لڑکی کو نہیں جانتی تھی۔

"جی میرا نام ثناء ہے چھوٹی بی بی وینا ملک کی دوست ہوں جی انہوں نے بھیجا تھا جی۔" وہ سر جھکائے آہستگی سے بولی۔

"تم مجھ پہ بھروسہ کر سکتی ہو ثناء، میں لالہ اور وینا کے بارے میں سب جانتی ہوں۔" عنایہ نے اسے جھجکتے دیکھ کر اس کا ہاتھ تھاما، ثناء نے آہستگی سے سر اٹھا کر اسے دیکھا پھر دھیرے سے اپنی مٹھی میں دبی کوئی چیز عنایہ کے ہاتھ میں تھما دی۔

"یہ چھوٹی بی بی نے بھیجا ہے صاحب کے لئے، انہیں کہنا جی آپ نے بہت دیر کر دی۔" ثناء سسک اٹھی، عنایہ نے چونک کر اسے دیکھا۔

"سب ٹھیک ہے ناں، پلیز مجھے بتاؤ وینا کیسی ہے کہیں اس کی شادی تو نہیں ہوگئی؟" عنایہ نے تڑپ کے اس کا بازو تھاما۔

"وہ جی..... چھوٹی بی بی کی آج صبح ہی ڈیتھ ہوگئی، انہوں نے نہر میں کود کے اپنی جان دے دی۔" ثناء تڑپ تڑپ کے رو دی اور عنایہ کتنی ہی دیر ساکت بیٹھی رہی۔

"چلتی ہوں جی کسی کو شک نہ ہو جائے آپ چھوٹے صاحب کو یہ رقعہ ضرور پہنچا دینا۔" چادر سے آنسو صاف کرتے وہ تیزی سے جیپ سے اتر گئی عنایہ کتنی ہی دیر سن سی بیٹھی رہی ڈرائیور چچا نے گاڑی اسٹارٹ کر دی شہر کی حدود میں داخل ہوتے ہی اسے جیسے ہوش آیا ہاتھ میں تھاما کاغذ کھولا الوینا کی صاف ہینڈ رائیٹنگ سامنے تھی۔

"میرو سمجھ نہیں آ رہا کہاں سے شروع کروں میں نے تم سے کہا تھا ناں اپنے بابا جان کو بھیج میرے رشتے کے لئے نہیں تو ہم کورٹ میرج کر لیتے ہیں صارم بھائی بھی ہمارا ساتھ دیں گے مگر نہیں مانے عزت سے مجھے بیاہنے کا ہی سوچ رہے میرو جب وہ عزت ہی میرے پاس نہیں رہی تو میں اب تمہاری بن کے کیا کروں جانتے ہو کیا ہوا، اس دن جب ہم نے نہر پہ کا پروگرام بنایا تھا اس دن ہماری باتیں شجاع کے ایک خاص کارندے نے سن لی، شجاعت کئی دنوں سے میری تاک میں تھا کہ میں کو ہوتی ہوں اس پہ کسی اور کو فوقیت دینے والی کب سے مجھے اکیلے ڈھونڈ رہا تھا اس دن جب میں نہر پہ پہنچی تم ابھی نہیں پہنچے تھے مگر میری تاک میں وہاں بیٹھے شجاعت اور اس کے کارندے ضرور موجود تھے، انہوں نے مجھے وہاں سے لیا میرو اور جب میں دوبارہ ہوش میں آئی میرے پاس کچھ نہ بچا تھا میں روتی تڑپتی رہی ان درندوں کو مجھ پر رحم نہ آیا، تم نہیں جانتے اس وقت مجھ پہ کیا بیتی میں تمہیں بتانا چاہتی تھی کس منہ سے تمہارے سامنے آتی، اب کوئی آ کوئی امید نہیں بچی میرو، میرا یہ خط جب تم

پہنچے گا شاید میں اس دنیا میں نہ ہوں مگر میرو تمہیں مجھ سے وعدہ کرنا ہوگا تمہیں اپنی محبت کی بے حرمتی کی سزا دینی ہوگی شجاعت کو اسی دن میری روح کو سکون آئے گا مجھے معاف کر دینا میرو، فقط تمہاری وینا۔" خط پڑھ کر وہ بے ساختہ رو دی اتنا ظلم اتنی درندگی، اور جب لالہ کے ہاتھ میں خط آیا تھا وہ کتنا تڑپ تڑپ کے روئے تھے وہ گاؤں واپس جانا چاہتے تھے الوینا کو ایک نظر دیکھنا چاہتے تھے مگر بابا جان کا آرڈر آیا تھا، وہ ابھی واپس گاؤں نہ آئیں ملکوں کے بندے کتوں کی طرح ان کی بو سونگھتے پھر رہے تھے، بابا جان خود شہر آئے تھے عنایہ کو انہوں نے گاؤں بھیج دیا تھا، وہ جانا نہیں چاہتی تھی لالہ کی طبیعت ٹھیک نہ تھی مگر شادی سر پہ تھی سو اسے جانا پڑا تھا مہندی کی شام لالہ گاؤں واپس آئے تھے اور پھر یہ سب۔

☆☆☆

جیپ جھٹکے سے رکی تھی اس کی سوچوں کا جال ٹوٹا تھا صارم ملک اور بابا جان جیپ سے اتر چکے تھے، دروازہ کھلا تھا وہ بھی آہستگی سے نیچے اتر آئی جیپ کی آواز سن کر ملازم دوڑے چلے آئے تھے بابا جان تایا اور ان کے بیٹوں کے ساتھ جا کھڑے ہوئے تایا جان کی غصے میں دبی دبی آوازیں آنے لگی اور وہ جانتی تھی بات اسی کے بارے میں ہو رہی تھی۔

"چلیں بی بی جی۔" پاس کھڑی ملازمہ کی آواز پہ وہ چونکی صارم ملک اندر کی جانب چلا گیا تھا وہ بھی ملازمہ کے ہمراہ اندر آئی لاؤنج میں صارم ملک ایک بزرگ خاتون کے آگے جھکا سلام کر رہا تھا پاس ہی ایک موٹی تازی خاتون بڑے کروفر بڑے انداز میں ٹانگ پہ ٹانگ جمائے بیٹھی تھی اچانک ہی عنایہ پہ نظر پڑتے ہی تیر کی طرح اس کی طرف لپکی تھی۔

"ہوں تو تو ہے ونی میں آئی لڑکی۔" سر سے پیر تک اس کا جائزہ لیتی اس کی نگاہیں عنایہ کو اپنے اندر کھبتی محسوس ہوئی۔

"اپنی خوبصورتی کہیں اور جا کے کیش کراتی تو تو جانتی ہے ناں ونی میں آئی لڑکیوں کی حیثیت ایک ملازمہ سے بڑھ کر کچھ وی نی ہوتی اتھے رہناں ای ناں تے اپنی اوقات اچ رووی بھی۔" ایک دم عنایہ کی کلائی تھام کر مڑوڑتی ہوئی وہ جنونی انداز میں بولی عنایہ کے منہ سے بے ساختہ نکلنے والی چیخ پہ صارم ملک اور بے جی نے مڑ کر دیکھا درد سے تڑپتی بے حال وہ سکینہ سے اپنی کلائی چھڑوانے کی کوشش کر رہی تھی۔

"کیا ہو رہا ہے یہ۔" بابا جان کی گرجتی آواز پہ سکینہ ایک دم بوکھلائی تھی۔

"پاگل ہوگئی ہے آپ۔" صارم ملک نے آگے بڑھ کر عنایہ کی کلائی کو سکینہ کی گرفت سے نکالا تھا گھورتے ہوئے سکینہ کو دیکھا۔

"فریدہ بوا لڑکی کو اوپر والے کمرے میں چھوڑ آئیں۔" بابا جان نے مودب بنی بوا کو اشارہ کیا تھا۔

"وہ جی اچھا سائیں۔" کہتی عنایہ کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتی سیڑھیاں چڑھتی اوپر لے آئیں، کمرہ کافی کشادہ تھا ہر چیز وہاں موجود تھی ملازمہ نے اسے بیڈ پہ بیٹھنے کا اشارہ کیا، وہ آہستگی سے چلتی ہوئی بیڈ پہ آ بیٹھی۔

"سنو۔" جاتی ہوئی ملازمہ کو پکارا۔

"جی۔" وہ رک کر اسے دیکھنے لگی۔

"یہ روم کس کا ہے۔"

"وینا بیٹا کا تھا جی اللہ جنت میں جگہ دیں بہت اچھی تھی جی۔" بوا نے دکھ بھری سانس بھرتے ہوئے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے آپ جائیں۔" وہ آہستگی سے

www.urdugem.com

بولی، بوا نے نکلتے ہی وہ اٹھی اور کمرے میں ٹہلنے لگی، یہ دینا کا کمرہ تھا اچھا خاصا ڈیکوریٹ ہوا ہر چیز وہاں موجود تھی سلیقے سے سجی تھی، مگر اسے ایک بات سمجھ نہ آئی تھی ونی میں آنے والی لڑکیوں کو اتنا اچھا کمرہ کبھی ناں ملا تھا، سکینہ کے علاوہ ابھی تک کسی نے برا سلوک نہ اپنایا تھا خدا جانے آگے اس کے ساتھ کیا ہونے والا تھا، کتنی ہی دیر بیٹھی وہ سوچتی رہی تھی نجانے کتنی دیر اور وہ خیالوں میں گم رہتی دھڑام سے دروازہ کھلا تھا، تھپ تھپ کرتی سکینہ اس کے سر پہ جا کھڑی ہوئی تھی اسے دیکھتے ہی وہ بوکھلا کر اٹھی تھی۔

"چاچے کوناں ابھی تیری ہمدردی کا بخار چڑھا ہے وہ جانتا نہیں ہے ونی میں آئی لڑکیوں سے کیسا سلوک کرتے ہیں جانے دے ایک بار شہر دونوں کو فیر دیکھی کیا حشر کرتی ہوں تیرا اور یاد رکھی ملک صرف میرا شوہر ہے اس پہ حق جتانے کی کوشش نہ کری تو صرف ملازمہ ہے ہماری سمجھی۔" بالوں سے پکڑ کر جھٹکا دیتی وہ غصے سے بولی تھی، درد سے عنایہ کراہی تھی مگر پرواہ کسے تھی۔

"چھوڑ دے سکینہ یہ اپنی اوقات جانتی نہیں تے ان دو دنوں میں یاد دلا دے گئے اسے اس کی اوقات بس میری دھی انتظار کر سویرے جاتے دے صارم اور ملک نوں فیر دیکھی اپنی دھی کا بدلہ کیسے لیتی ہوں میں باپ اور بھائی مرمٹے اس سوہنڑی شکل تے دو دن وچ شکل نہ بگاڑ دتی تے میرا ناوی کریماں نہیں۔" کھلے دروازے سے بے جی پھنکارتی اندر آئی تھی، سکینہ نے جھٹکا دے کر اسے بیڈ پہ گرایا تھا اور پاؤں سے ٹھوکر مارتی بے جی کو لے کر کمرے سے نکل گئی پیچھے کتنی ہی دیر وہ بے سدھ سی پڑی رہی تھی۔

☆☆☆

اور پھر اگلے دن سکینہ نے اپنے کہے پر عمل کر دکھایا تھا، صبح ابھی پوری طرح بیدار ہی نہ ہوئی تھی کہ جب کسی نے بے دردی سے اس کے اوپر سے کمبل کھینچ لیا تھا، وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی تھی، سامنے ہی کمر میں ہاتھ دیے سکینہ کھڑی کڑی تیوروں سے اسے گھور رہی تھی۔

"مہارانی اٹھ، اور اگلے پانچ منٹ میں تو میرے سامنے ہو سمجھی۔" کروفر سے کہتی ہوئی دھپ دھپ کرتی باہر نکل گئی پیچھے کھڑی فریدہ بوا نے بے چارگی سے اسے دیکھا۔

"صارم بیٹا اور بڑے ملک علی الصبح ہی شہر روانہ ہو چکے ہیں اب اللہ ہی آپ کی رکھوالی کرے گا بیٹا، سکینہ بی بی بہت غصے والی ہے خدا ان سے آپ کو بچا کر ہی رکھیں۔" بوا اس کے سر پہ ہاتھ رکھ کر کہتی ہوئی باہر نکل ہی وہ بھی آہستگی سے اٹھ کر منہ ہاتھ دھو کر نیچے چلی آئی، سامنے ہی لاؤنج میں سکینہ اور بے جی بیٹھی تھی، سکینہ نے اسے آتے دیکھتے ہی فریدہ بوا کو آواز دی بوا کسی بوتل کے جن کی طرح نمودار ہوئی تھی۔

"سارے ملازموں کو اکٹھا کرو جلدی۔" اگلا حکم جاری ہوا تھوڑی ہی دیر میں سب اکٹھے ہو گئے۔

"آج کے بعد سارے گھر کے کام یہ کرے گی تینوں ٹائم کا کھانا پھر مشین لگا کے سارے کپڑے دھونا پوری حویلی کی صبح و شام صفائی کرنا سب اس کے ذمے ہیں اور اگر مینوں پتا چلا کہ کسی ملازم نے اس بے غیرت کا ہتھ وٹایا ہے تو اس کی اسی دن چھٹی، سمجھ گئے سارے۔" سکینہ بیگم نے غصے سے سب کو گھورا۔

"جی بی بی جی۔" سارے ایک ساتھ بولے۔

"اور تو وی سمجھی کہ نہیں۔" بازو پکڑ کر جھٹکے سے رخ اپنی طرف کیا۔

"جی سمجھ گئی۔" اندر کا غصہ ضبط کرتی وہ سر جھکا کر بولی۔

"وڈی بی بی جی بولا کر مجھے سمجھی اس گھر کی مالکن ہوں میں صارم ملک کی بیوی، ہاں، سمجھی کہ نہیں۔" چٹیا سے پکڑ کر ایک اور جھٹکا دیا عنایہ درد سے بلبلا اٹھی۔

"جی بی بی سمجھ گئی۔" آنکھ کے کنارے سے ایک آنسو زبردستی نکل کر زمین پر جا گرا، سکینہ بیگم کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

☆☆☆

اور پھر سارا دن نوکروں کی طرح کام کرتی شاہ میر لالہ کی چھوٹی گڑیا جب رات کو فرش پہ آرام کرنے کے لئے کمر ٹکاتی تو بے اختیار درد سے چیخیں نکل جاتی صارم کے جانے کے اگلے ہی دن سکینہ بیگم نے ملازموں کے کوارٹر میں ہی اس کا ایک بستر نیچے لگوا دیا تھا۔

منہ اندھیرے اٹھتے ہی وہ گھر والوں کے ساتھ ساتھ ملازموں کی پوری فوج کے لئے بھی الگ سے ناشتہ بناتی پھر پوری حویلی کی صفائی ستھرائی کرتی ساتھ ہی دن کے کھانے کا آڈر رر جاری ہو جاتا کھانا بنا کر سکینہ بیگم پوری حویلی کے کونوں کھدروں سے نجانے کون کون سے کپڑے نکال کر ڈھیر لگاتی مشین لگا کر دھوتے دھوتے ساتھ میں رات کے کھانے کی تیاری بھی کرتی، وہ عنایہ ملک جس نے اپنے گھر کبھی ہل کر پانی بھی نہ پیا تھا یہاں پوری فوج کا کھانا تیار کرتی شاہ میر لالہ اماں یا بابا جان دیکھ لیتے تو بیٹی کے دکھ سے ہی مر جاتے، رات سونے سے پہلے سکینہ بیگم اور بے جی کے پاؤں دبانے نہ بھولتی تھک کے ٹوٹ جاتی مگر وہ جانتے بوجھتے اسے اٹھنے نہ دیتی، صارم ملک اور بابا جان شہر ہوتے اس دن کے بعد وہ ابھی واپس نہ آئے تھے فریدہ بوا نے بتایا تھا کہ صارم ملک زیادہ تر شہر میں ہی ہوتے تھے اپنا کاروبار تھا وہاں تین تین چار چار ماہ بعد آتے تھے مگر بابا جان اکثر چکر لگاتے تھے، اب بھی انہیں شہر گئے پانچ ماہ ہو گئے تھے صارم ملک تو ابھی تک نہ آئے تھے مگر بابا جان تین چار چکر لگا چکے تھے سکینہ کی بدولت عنایہ ابھی تک بابا جان سے نہ مل سکی تھی۔

اس رات شام سے ہی طوفانی بارش لگی تھی وہ پہلے سکینہ بیگم کے پاؤں دبانے کے بعد بے جی کی ٹانگیں دبا رہی تھی رات کے گیارہ بج رہے تھے باہر زور و شور سے بارش جاری تھی تھوڑی تھوڑی دیر بعد بادل کی کڑک اور بجلی کی چمک اسے اندر ہی اندر سہما رہی تھی اسے شروع سے ہی بجلی اور طوفانی رات سے بے تحاشا ڈر لگتا تھا ایسے میں وہ ساری رات اماں کے بستر میں دبکی رہتی شاہ میر بھائی اکثر اسے چھیڑا کرتے کہ جب تمہاری شادی ہو گی تو جہیز میں اماں کو تمہارے ساتھ بھیجنا پڑے گا ایسے ٹائم میں وہ ہنس پڑتی اور اب اسے شدت سے اماں اور لالہ یاد آئے تھے۔

"زور لگا بے غیرت، ہاتھوں میں دم نہیں ہے۔" بے جی کی کڑک دار آواز اسے ماضی سے کھینچ لائی تھی، آنسو ضبط کرتی وہ زور زور سے ٹانگیں دبانے لگی صوفے پہ نیم دراز سکینہ نے نخوت سے اسے دیکھا۔

"لگتا ہے بڑی گہری سوچوں میں ڈوبی تھی۔" کمال کا طنز تھا بے جی نے گھورتی آنکھوں سے اسے دیکھا۔

"ہوں یاد کر رہی ہو گی بے غیرت ماں باپ کو۔" بے جی خاصا اونچا بڑبڑائی تھیں، عنایہ کے دل پہ گھونسا پڑا تھا کس طرح وہ اس کے ماں باپ کو گالی دے رہی تھی اس کا دل چاہا اس بوڑھی عورت کا منہ نوچ لے مگر سکینہ بیگم کی اگلی بات نے

www.urdu em.com

اسے چونکا دیا۔

"سنا ہے اس کا بھائی اپنے گاؤں کے آپ پاس دیکھا گیا ہے ابا بتا رہے تھے کئی دنوں سے اس گاؤں کے پھیرے لگا رہا ہے، اچھا ملنا چاہ رہا ہوگا بہن سے بھائی جان سے کہنا اب نظر آئے تو پھڑکا دیں ذلیل انسان کو میری دھی کو مار کر وی سکون نی ملیا انہوں۔" بے جی طیش میں آ کر چلائی۔

"نہیں پلیز نہیں۔" عنایہ تڑپ ہی تو اٹھی تھی۔

"کیا نہیں قاتل ہے او میری دھی کا جب تک مجھے اس کے مرنے کی خبر نی ملنی میرے کلیجے وچ ٹھنڈی نی پینی، سمجھی توں۔" بے جی چلا کر بولی اور اچانک سے اپنا پیر اس کے پیٹ میں دے مارا، وہ بلبلا کر رہ گئی رہی کسر سکینہ بیگم نے پیچھے سے اپنی بھاری ٹانگ اس کی کمر میں دے ماری، وہ چیخ پہلے ہی درد سے تڑپ رہی تھی یہ دھکا برداشت نہ کر سکی کراہتی ہوئی دور جا گری عین اسی ٹائم صارم ملک نے کمرے میں قدم رکھا تھا۔

"یہ کیا تماشا ہے سکینہ بیگم۔" وہ جو آج خوشی خوشی چھ ماہ بعد گھر لوٹا تھا کمرے میں داخل ہوتے ہی گویا دماغ الٹ گیا، پہلے پہل تو سکینہ بیگم بوکھلا گئی بد دطلب نظروں سے بے جی کو دیکھا اور بے جی نے صارم کو اور اگلے ہی پل وہ روتی ہوئی صارم کے گلے جا لگی۔

"تو نے دیکھا صارم اس لڑکی کے کرتوت، جواب دیتی ہے تیری ماں کو یہ میری بیٹی کے قاتل کی بہن ہے میں جب جب اسے دیکھتی ہوں میرے سینے میں آگ لگ جاتی ہے تو نے ماں کا خیال نہ کیا اسے اٹھا کے گھر لے آیا تیری ماں کا دل جلے جب جب اسے دیکھے۔" بے جی روتی ہوئی اسے کہہ رہی تھی اور صارم بے جی کو یوں روتے دیکھ کر بے بس ہو گیا۔

"یہ..... یہ جھوٹ بول رہی ہے میں انہیں کوئی جواب نہیں دیا الٹا یہ مجھے....."

"دیکھا..... دیکھا تو نے صارم یہ تیری ماں کو جھوٹا کہہ رہی ہے تیرے منہ پہ..... تو تو کمینی عورت، میری بیٹی کی قاتل، میں تجھے زندہ قبر میں نہ ڈال دوں۔" عنایہ جو درد سے کراہتی ہوئی صارم کو دیکھ کر حوصلہ مند ہوئی تھی صارم کو صفائی دینی چاہی بے جی نے طیش میں آ کر اس کی بات کاٹی اور تیزی سے آگے بڑھ کر اسے بالوں سے پکڑ لیا اور اس کے منہ پر کس کر تھپڑ دے مارا تھا۔

"بے جی چھوڑ دیں اسے۔" صارم بوکھلا کے آگے بڑھا مگر نجانے بے جی کے اندر اتنی طاقت کہاں سے آ گئی تھی۔

"نہیں چھوڑوں گی میں اسے یہ جب جب میرے سامنے آتی ہے میری وینا مجھے یاد آتی ہے میں اسے بھی مار دوں گی جان سے مار دوں گی۔" بے جی جنونی ہو رہی تھی سکینہ بیگم دور کھڑی چہرے پہ مسکراہٹ لئے مزے سے سب دیکھ رہی تھی۔

"کیا ہو گیا ہے آپ کو بے جی مر جائے گی یہ۔" صارم نے عنایہ کو بے جی سے چھڑوا کے اپنے پیچھے کیا تھا۔

بے جی اسے مار مار کر ہانپنے لگی تھیں صارم نے ان کے دونوں ہاتھ تھام کر انہیں بیڈ پہ بٹھایا تھا اور فریدہ بوا بوکھلا کر سسکتی ہوئی عنایہ کو اس کے کمرے میں بھجوا دیا تھا، کتنی ہی دیر بیٹھا وہ بے جی کو تسلیاں دیتا رہا تھا، رات گئے جب وہ بے جی کو سلا کر عنایہ کو تسلی دینے کی خاطر اس کے کمرے کی طرف گیا تھا مگر آگے اس کے کمرے کی آف لائٹ اور دروازہ لاک دیکھ کر واپس مڑ گیا وہ سمجھا شاید وہ سو چکی تھی مگر وہ شاید نہیں جانتا تھا اس کمرے سے بہت دور ایک بند کمرے کے

ٹھنڈے فرش پہ پڑی وہ ابھی تک سسک رہی تھی۔

☆☆☆

اور اگلی صبح ناشتے کی ٹیبل پہ وہ چائے سرو کر رہی تھی جب سکینہ بیگم نے سیڑھیاں اترتے صارم اور ایک نظر چائے بناتی عنایہ کو دیکھا تھا گھسی پٹی عام سی چوڑی دار پائجامہ فراک میں بھی وہ صاف شفاف چہرا لئے بھی لشک رہی تھی۔

"دوپٹہ رکھ سر پہ میرے شوہر کو ادائے نہ دکھایا کر۔" قریب آتے صارم کو دیکھ کر وہ دبی آواز میں بولی تھی عنایہ نے بے ساختہ چونک کر سکینہ بیگم اور کف فولڈ کرتے قریب آتے صارم کو دیکھا اور تیزی سے شانوں سے پھسلتا دوپٹہ سر پہ جما لیا۔

"دفع ہو جا کچن میں اور جب تک میں بلواؤں ناں باہر نہ مری۔" وہ پھر پھنکاری تھی، عنایہ تیزی سے برتن چھوڑ کر کچن کی طرف مڑی جب صارم کی آواز پہ اسے ٹھٹک کر رکنا پڑا۔

"آپ کو ناشتا نہیں کرنا کہاں جا رہی ہے۔" صارم کی آواز پہ بے جی اور سکینہ بیگم نے کڑی نظروں سے گھورا تھا۔

"نن..... نہیں مجھے بھوک نہیں ہے میں بعد میں....."

"چپ چاپ بیٹھ جائیں آپ بھی ہمارے ساتھ۔" وہ گھبرائی گھبرائی سی بولی جب صارم اس کی بات کاٹ کر سختی سے بولا، دھڑکتے دل کے ساتھ ہونٹ کاٹتی وہ مڑی بے جی اور سکینہ پہ نظر پڑی، وہ کھا جانے والی نظروں سے اسے گھور رہی تھی، تھوک نگلتے وہ صارم کی خود کے لئے کھینچی ایک کرسی کی طرف بڑھی جب بے جی کی آواز پہ بے ساختہ اسے رکنا پڑا۔

"پانی ڈال کے دو مجھے۔"

"میں ڈال دیتا ہوں آپ بیٹھ جائیں۔" اسے واپس مڑتے دیکھ کر صارم بولا۔

"صارم تم بیٹھ کے ناشتہ کرو یہ ڈال دے گی مجھے ساتھ میں چائے بھی بنا دو۔" بے جی کی کڑک دار آواز پہ وہ چپ چاپ بیٹھ گیا، سکینہ بیگم مسلسل اسے گھورنے میں مگن تھیں، کانپتے ہاتھوں سے پانی کا گلاس بھر کر بے جی کو تھمایا اور چائے بنانے لگی، چائے بنا کر بے جی کے آگے رکھی اور کرسی کی طرف بڑھی جب بے جی بے اختیار چیخ اٹھی۔

"چائے میرے ہاتھ میں پکڑا، تمیز نہیں سکھائی تیری ماں نے تجھے، کیسے میرے آگے پٹخ کر رکھی تو نے۔" عنایہ تو عنایہ صارم بھی اپنی جگہ سن رہ گیا۔

"بے جی کب پٹخی میرے سامنے اس....."

"تو چپ رہ صارم میں تجھ سے بات نہیں کر رہی۔" اس سے پہلے صارم اس کی صفائی میں کچھ بولتا بے جی اسے ٹوک گئی، عنایہ نے گھبرائی نظروں سے صارم کو دیکھا وہ ہونٹ بھینچے بے جی کو دیکھ رہا تھا۔

"کھڑی میرا منہ کیا دیکھ رہی ہے کپ پکڑا میرے ہاتھ میں۔" عنایہ کو کھڑے دیکھ کر گرجی، کانپتی ٹانگوں سے وہ ان کے قریب آئی کپ اٹھا کر بے جی کو تھمایا۔

"یہ چائے بنائی تو نے چینی ڈالی ہے کہ نمک جان بوجھ کر کرتی ہے ناں تو۔" بے جی گویا ہوش گنوا بیٹھی تھی، اس سے پہلے صارم کچھ سمجھتا یا عنایہ سنبھلتی انہوں نے پانی کا بھرا گلاس عنایہ کے سر پہ دے مارا، اگلے ہی لمحے وہ چیختی ہوئی نیچے بیٹھتی چلی گئی کانچ کا گلاس چھناکے سے زمین پہ گرتے ہی کرچی کرچی ہو گیا عنایہ کی پیشانی سے ابلتا ہوا خون کا فوارا نکلا تھا۔

www.urdugem.com

خوشخبری

اگر آپ لکھ سکتے ہیں اور اپنے اندر کے لکھاری کو باہر لانا چاہتے ہیں

تو لکھاری آن لائن میگزین آپ کو اپنی صلاحیتوں کو نکھارنے کے لئے بہت اچھا

پلیٹ فارم فراہم کرتا ہے۔ لکھاری آن لائن میگزین کا حصہ بنئے اور آج ہی اپنی

تحریر (افسانہ، ناول، ناولٹ، کالم، مضامین، شاعری) اردو میں ٹائپ کر کے

ہمیں بھیجیں۔ آپ کی کوئی بھی تحریر ضائع نہیں کی جائے گی اور ایک ہفتے کے اندر

ہمارے سب ویب بلاگز (ویب سائٹس) اور سوشل میڈیا گروپس اور پیجز پر

پبلش کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کے لئے ابھی رابطہ کریں۔

Wats app No :- 03335586927

Email address :- aatish2kx@gmail.com

Facebook ID :- www.facebook.com/aatish2k11

Facebook Group :- FAMOUS URDU NOVELS AND DIGEST

SEARCH AND REQUEST FOR NOVELS, NOVELS DISCUESSION

"بے جی۔" صارم ساکت نظروں سے بے جی کو دیکھتا ہوا تیزی سے عنایہ کی طرف بڑھا جب بے جی کے اگلے لفظوں نے اس کے قدموں کو جکڑ لیا۔

"صارم تو اس کے قریب بھی گیا تو میں ابھی کے ابھی خود کو ختم کرلوں گی۔"

"بے جی انسان ہے وہ۔" صارم بے بس ہوا تھا۔

"میں نے کہا ناں تو اس کے پاس بھی نہیں جائے گا۔" بے جی گرجی تھی، صارم نے بے بس نظروں سے تڑپتی بلکتی نظروں سے عنایہ کو دیکھا اور فریدہ بوا کو آوازیں دینے لگا۔

"جی صارم بیٹے۔" بوا بھاگتی دوڑتی آئی مگر آگے عنایہ کی غیر ہوتی حالت دیکھ کر تڑپ اٹھی۔

"ہائے میری بچی۔"

"بوا انہیں لے جائیں ان کا خون روکیں میں ڈاکٹر کو کال کرتا ہوں۔" صارم وہیں کھڑا تیزی سے بولا۔

"میں نے کہا ناں تو نہ اس کے قریب جائے گا ناں اس کا علاج کرائے گا۔" بے جی ناراضگی سے بولی۔

"بے جی پلیز انسان ہے وہ تھوڑی ہی دیر کے لئے ہی سہی میں سمجھ لیں دینا ہے وہ آپ کی بیٹی۔" وہ واقعی بے بس ہوا تھا۔

"نہیں ہے یہ میری بیٹی میری دھی بے غیرت نہیں تھی۔" بے جی کا جلال عود آیا تھا صارم سر پکڑ کر وہی بیٹھ گیا بوا عنایہ کو سہارا دیتی وہاں سے لے گئی پیچھے کتنی ہی دیر بے جی اور سکینہ اپنے دل کی بھڑاس نکالتی رہی۔

☆☆☆

اس نے سوچا تھا وہ عنایہ کا کہیں اور بندوبست کردے گا مگر اب وہاں نہیں چھوڑے گا مگر اسی شام اسے شہر سے بابا جان کی کال آ اسے افراتفری میں واپس جانا پڑا اور وہاں جا وہ ایسا کاموں میں الجھا کہ ہر کام ذہن سے گیا پیچھے عنایہ کی زندگی مزید تنگ کر دی گئی ایک ہفتہ جو صارم گھر ٹھہرا تھا اس کی سزا بھی اسے حالانکہ بے جی اور سکینہ بیگم نے شادی کے بعد اسے ایک سیکنڈ کے لئے بھی صارم کے پاس بھٹکنے نہ دیا تھا مگر صارم کی کی گئی ہمدردی الٹا اس کے گلے پڑھ گئی تھی تھوڑی دیر کے لئے جو آرام اسے ملتا تھا آرام کا وہ عرصہ بھی اس سے چھین لیا گیا سارا دن اور ساری رات وہ سکینہ بیگم کی خدمت میں جتی رہتی، اس دن وہ مشین لگا کر کپڑے دھو رہی تھی جب ملازمہ نے اسے سکینہ بیگم کا پیغام دیا تھا کہ وہ اوپر اسے بلا رہی ہے وہ صرف وا ہاتھ دھوتی تیزی سے سیڑھیاں چڑھی مگر صرف ایک پاؤں جوتی سے نکلا تھا اور وہ پھسلتی چلی گئی لاؤ میں کھڑی بوا بھاگتی چلی آئی۔

"بسم اللہ میری بچی لگی تو نہیں۔" وہ اسے سہارا دیتے ہوئے بولی مگر کھڑی ہوتی عنایہ کی چ نکلی۔

"بوا بہت درد ہے۔" وہ بے ساختہ رو دی۔

"لگتا ہے میری بچی موچ آ گئی ہے پاؤں میں ارے او ظہیرہ ادھر آ سہارا دینا بیچاری سیڑھیوں سے پھسل گئی۔" بوا دور کھڑی ملازمہ کو آواز دی وہ تیزی سے بھاگتی چلی آئی سہارا دے کر دونوں اسے کوارٹر میں لے آئیں۔

"ادھر لیٹ میری بچی ابھی مالش کر کے ٹکور کرتی ہوں ٹھیک ہو جائے گی۔" بوا اسے سہارا دے کر لیٹاتے ہوئے بولی، تیل کی بوتل اٹھا کر اس کے پاؤں کی مالش کی پھر کافی دیر ٹکور کرتی رہی جب تھوڑا سا سکون ملا تو وہ اٹھنے لگی۔

"بس بوا سکینہ بیگم نے بلوایا تھا وہ انتظار کر

رہی ہوگی۔" وہ آنسو صاف کرتے اٹھنے لگی جب بوا نے پکڑ کر زبردستی لٹا دیا۔

"لیٹی رہ چپ کر کے بتا دوں گی میں بیگم صاحبہ کو انسان ہے تو بھی اللہ بچائے، اللہ جب رسی کھینچتا ہے ناں تو بڑے بڑوں کی چیخیں نکل جاتی ہے تو فکر نہ کر میری بچی، میں بات کروں گی ملک صاحب سے خود دیکھنا آن لین دیں اس دفعہ انہیں بھی، چل تو سکون کر میں بیگم صاحبہ کو بتاتی ہوں، ساتھ میں دو ملازموں کو لگا کر باقی بچے کپڑے وی دھولوں گی۔" بوا پیار سے اس کے سر پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے اٹھی۔

"بوا وہ چھوٹی بی بی بلا رہی ہے عنایہ بی بی کو جی۔" گھبرائی ہوئی ظہیرہ اندر داخل ہوئی۔

"اے تو نے بتایا نہیں بیگم صاحبہ کو بچی گری ہے سیڑھیوں سے۔" بوا مڑ کر ظہیرہ کو گھورتے ہوئے بولی۔

"سیڑھیوں سے گری ہے تو کیا ہوا ٹانگ ٹوٹ گئی یا پاؤں ٹوٹ گیا، مر تو نہیں گئی ناں، جب میں نے حکم دیا کہ کمینی کو میرے پاس بھیجو تو تم لوگوں کو اک واری میں سمجھ نہیں آئی۔" سکینہ بیگم چیختی ہوئی اندر داخل ہوئی بوا گھبرا کر پلٹی تھی جبکہ عنایہ نے گھبرا کر اٹھنے کی کوشش کی مگر درد سے کراہتی ہوئی دوبارہ بیٹھتی چلی گئی۔

"بیگم صاحبہ بہت بری طرح گری ہے لگتا ہے کوئی فریکچر وغیرہ ہو گیا ہے بچی کے پاؤں میں ابھی تو اٹھا نہیں جا رہا۔" بوا تڑپ کے آگے آئیں تھی سکینہ بیگم نے گھور کر انہیں دیکھا۔

"دیکھ بوا صارم کی وجہ سے تمہارا لحاظ کر جاتی ہوں کہ وہ تمہاری عزت کرتا ہے پالا ہے تو نے اسے، ورنہ لحاظ تو میں اس کے ماں پیو کا وی نہیں کرتی، آئندہ میرے معاملات سے دور رہنا، سمجھی۔" انگلی اٹھا کر بوا کو تنبیہ کی۔

"اور تم۔" پھر عنایہ کی طرف مڑی، اسے بالوں سے پکڑ کر جھٹکا دے کر کھڑا کیا، وہ درد سے کراہ اٹھی۔

"تجھے تو میں نافرمانی کی ایسی سزا دوں گی کہ آئندہ انکار کرتے تو سو واری سوچے گی۔" گھسیٹتے ہوئے وہ اسے باہر نکال لائی، حویلی کے پچھلے پچھواڑے میں بنے گودام کے سامنے اسے لا پٹخا، خان بابا کو بلوا کر گودام کا تالا کھلوایا اور عنایہ کو دھکا دے کر اندر پھینکا اور باہر سے تالا لگا دیا اندر عنایہ چیختی رہ گئی ملازم دم سادھے کھڑے رہ گئے۔

"کان کھول کر سن لو سب کے سب کوئی وی مجھے اس گودام کے آس پاس بھٹکتا نظر نہ آئے اگر نظر آیا تو نوکری سے فارغ اور کوئی اس لڑکی سے آج کے بعد مجھے ہمدردی کرتا نظر نہ آئے اور تین دن کوئی کھانا کوئی پانی کچھ وی نہیں دینا اسے سنا سب نے کہ نہیں۔" کروفر بڑے انداز میں شعلہ بھری نظروں سے انگلی سے تنبیہ کرتی وہ سب کو گھور رہی تھی، حکم جاری کرتی تن فن کرتی وہ وہاں سے چلی گئی بوا کی بوڑھی آنکھوں سے دو آنسو ٹوٹ کر مٹی میں جذب ہو گئے ملازم عنایہ کی چیخوں کو نظر انداز کرتے بوجھل دل لئے اپنے اپنے کاموں میں مگن ہو گئے۔

☆☆☆

دو ہی دن میں بھوک پیاس نے اسے نڈھال کر دیا تھا وہ اپنے ہوش کھو بیٹھی تھی، اس کی آنکھ کھلی تو چہار سو گھپ اندھیرا تھا اس کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا بے اختیار اپنی جگہ سے اٹھنا چاہا لیکن دکھتے جسم نے ایسا کرنے نہ دیا وہ اپنی جگہ کراہ کر رہ گئی اسے آس پاس عجیب طرح کی آوازیں سنائی دی۔

"یا اللہ۔" اندھیرے میں وہ بلبلائی تھی۔

www.urdugem.com

دو کالی راتیں اس نے روتے ہوئے اذیت میں کاٹی تھی صبح ہونے کا احساس تب ہوا جب کمرے کے واحد روشن دان سے روشنی نے اندر جھانکا تب اس نے سوجی ہوئی آنکھوں سے اپنے دائیں بائیں دیکھا آس پاس بڑے بڑے چوہوں کو دیکھ کر اس کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔

"کوئی ہے۔" خود کو گھسیٹتی ہوئی وہ دروازے کے قریب لائی بے تحاشا دروازہ بجاتے ہوئے وہ آوازیں دینے لگی مگر کوئی ہوتا تو سنتا ناں وہ نڈھال سی وہی گر گئی نجانے کون سا ٹائم تھا جب باہر کھٹکا ہوا تھا، مگر وہ بے سدھ پڑی رہی ہمت ختم ہو چکی تھی، سکینہ بیگم دھپ دھپ کرتی اندر آئی تھی۔

"پلیز مجھ پہ رحم کرو مجھے دو گھونٹ پانی دے دو۔" سکینہ بیگم کے پاؤں پہ ہاتھ رکھتی وہ سسک اٹھی تھی، ساتھ آئی بوا نے کرب سے آنکھیں موندی تھیں، سکینہ بیگم نے جناتی قہقہہ لگایا تھا۔

"ہاہاہا ابھی کہاں ابھی تو تمہاری اکڑ ختم کرنی ہے میرے شوہر پر حق جمانے آئی تھی تو دیکھ تیرا کیا حال کر دیا یہی سزا ہے تیری اسی گودام میں سڑ سڑ مرے گی تو یہ چوہے دیکھ رہی ہے ناں تیری بوٹی بوٹی نوچ کھائیں گے، کسی کو پتا نہیں چلے گا ملک کو کہوں گی بھاگ گئی تو اپنے یار کے ساتھ ہاہاہا۔" سکینہ بیگم اونچے اونچے قہقہے لگانے لگی۔

"پپ..... پلیز رحم کرو دیکھو میں نے کیا بگاڑا ہے تمہارا۔" وہ شدت سے رو دی، اسے روتے دیکھ کر بوا آہستگی سے باہر نکل گئیں انہوں نے چوری صارم ملک سے رابطہ کرنے کی کوشش کی تھی مگر رابطہ نہ ہو سکا تھا، اندر سکینہ بیگم کسی بات پہ بھڑک اٹھی تھی اب زور زور سے ان کے چلانے کی آوازیں آ رہی تھی اگلا منظر ان کے لئے روح ہلا دینے والا تھا سکینہ بیگم وہاں موجود گیلن اٹھا کر پیٹرول چھڑک رہی تھی، اگلے ہی لمحے انہوں نے کمرے سے باہر نکل کر کنڈی لگا دی اور کمرے کی دیوار پہ بنے ایک سوراخ سے لیٹر جلا کر اندر پھینک دیا اندر سے عنایہ کی چیخنے کی آوازیں آنے لگیں۔

"رحم بی بی رحم کرو اتنا ظلم نہ کرو۔" بوا تڑپ کر آگے بڑھی تھی کنڈی کھولنے کے لئے ہاتھ بڑھایا مگر سکینہ بیگم نے کلائی تھام لی۔

"اللہ سے ڈرو بی بی بد دعا سے بچو اس کی۔" بوا کی بوڑھی آنکھیں برس اٹھی سکینہ بیگم نے غصے سے چنگھاڑتی نظروں سے انہیں دیکھا اور بازو سے گھسیٹتی ہوئی وہاں سے لے گئی۔

☆☆☆

وہ دو دن سے اسلام آباد میں تھا آنا تو اسے اسی دن واپس تھا مگر کام ختم ہوتے ہی اس کی ملاقات بہت عرصے بعد چند یونیورسٹی فیلو سے ہو گئی تو اسے رکنا پڑا دو دن ٹھہر کر وہ واپس شہر جا رہا تھا مگر نجانے دل میں کیا سمائی کار کا رخ گاؤں کی جانب موڑ لیا، جب کار حویلی کے گیٹ پہ رکی تب شام دھیرے دھیرے سرک اٹھی تھی، کار کا دروازہ بند کرتے ہوئے اس نے مالی کاکا کو اپنی طرف آتے دیکھا۔

"سلام چھوٹے مالک۔"

"وعلیکم السلام کیسے ہیں کاکا۔" خوش دلی سے جواب دیتا وہ کار لاک کر کے چابیاں جینز کی جیب میں ڈالتا ہوا بولا۔

"الحمدللہ کرم ہے مولا کا۔" مالی کاکا احترام سے بولے تھے۔

"باقی سب خیریت ہے ناں حویلی میں؟" مسکراتے ہوئے مالی کاکا کو دیکھا تو وہ سراسیمہ

میں ہلا گئے۔

"ارے یہ حویلی کی بیک سے دھواں کیسے نکل رہا ہے کاکا۔" بات کرتے کرتے اچانک اس کی نظر اٹھی تھی تو چونک اٹھا۔

"پتا نہیں مالک اس طرف گودام تھا ناں کہیں آگ تو نہیں لگ گئی۔" مالی کاکا تیزی سے بولے تھے، ان کی بات ختم ہوتے ہی وہ اس سمت دوڑا گودام میں واقعی آگ لگی تھی مگر جانی پہچانی آواز..... چیخیں..... سسکاریاں..... مدد کے لئے چلاتی عنایہ لمحے بھر کے لئے اس کے قدم ساکت ہوئے تھے، اگلے ہی پل وہ بھاگتا ہوا آگے بڑھا اور دروازے پہ لگی چٹخنی کھول دی اندر دھواں بھرا تھا ہر طرف آگ ہی آگ تھی، نجانے وہ کہاں تھی جس کی آواز اب قدرے کم ہو گئی تھی پتا نہیں وہ کب سے چلا رہی تھی، کہیں دور سے اس کی کھانسنے کی آواز سنائی دی۔

"صاحب اندر مت جاؤ۔" مالی کاکا گھبرا گئے اسے اندر جانے کے لئے پر تولتے دیکھ کر بے ساختہ بولے۔

"کاکا عنایہ اندر ہے آپ کسی کو بلوائیں پانی لائیں آگ پہ قابو پانا ہے۔" وہ تیزی سے بولا اور اندر کی جانب بڑھا آگ نے ابھی اناج کی بوریوں کو ہی پکڑا تھا جس کی وجہ سے کمرے میں دھواں بھرا تھا، غور سے دیکھنے پر وہ اسے ایک بوری کے قریب بے سدھ پڑی ملی آگ اس کے دوپٹے کو پکڑ چکی تھی، وہ بھاگتا ہوا اس کے قریب آیا دوپٹے کو کھینچ کر اس سے الگ کیا جھک کر اسے اٹھایا اور باہر کی طرف لپکا مالی کاکا ملازموں کو ساتھ لگائے پائپ لگا کر آگ کی طرف لپکے اسے عنایہ کو اٹھائے باہر آتے دیکھ کر مالی کاکا ان کی جانب چلے آئے۔

"صاحب بی بی کی طبیعت بہت خراب لگ رہی ہے آپ انہیں ہاسپٹل لے جائیں۔" صارم نے عنایہ کو لان کی گھاس پہ لٹایا اور زخمی نظروں سے مالی کاکا کو دیکھا۔

"یہ یہاں تک کیسے پہنچی کاکا۔" مالی کاکا نے سر جھکا لیا۔

"میں کچھ نہیں جانتا چھوٹے مالک۔" نفی میں سر ہلایا۔

"مالی کاکا میری طرف دیکھیں۔" صارم نے سختی سے پوچھا۔

"سرکار چھوٹی بی بی جی بہت ظلم کرتی تھی جی، اپنا جی نہیں لگتا یہاں اب چھوٹے مالک۔" مالی کاکا بے اختیار بچوں کی طرح رو دیئے۔

"سکینہ بیگم۔" صارم بے اختیار ساکت ہوا مالی کاکا کا سر اثبات میں ہلنے لگا۔

"چھوٹے مالک یہ پانی پلائیں بی بی جی کو۔" ایک ملازم بھاگتا ہوا پانی لے آیا، صارم نے عنایہ کے منہ پہ پانی چھڑکا وہ کھانستے ہوئے ہوش میں آنے لگی۔

"عنایہ!" صارم نے جھک کر ہولے سے اسے پکارا، مگر وہ شاید ٹھیک طرح ہوش میں نہ تھی، ہونٹ آہستہ آہستہ ہل رہے تھے، صارم نے اسے اٹھایا اور تیزی سے اندر کی جانب بڑھا لاؤنج میں قدم رکھتے ہی اس کی نظریں بے جی اور سکینہ پر پڑی فریدہ بوا ان کے قدموں میں بیٹھی تھی اندر آتے صارم کو دیکھ کر تینوں چونکی، بے جی اور سکینہ کے چہرے کی رنگت اڑ گئی جبکہ بوا صارم کو دیکھ کر تیزی سے اس کی طرف بڑھی۔

"شکریہ چھوٹے مالک آپ موقع پہ آ گئے۔" بوا اس کے قریب آتے ہوئے بولی، صارم نے بوا کی بات نظر انداز کر کے سکینہ بیگم کو دیکھا۔

"دعا کرو سکینہ بیگم اسے کچھ نہ ہوا اگر کچھ ہوا

www.urdugem.com

ناں تو قسم سے جان سے مار دوں گا تمہیں۔" غصے سے پھنکارتے ہوئے وہ اسے لئے دیئے کے کمرے میں چلا آیا، پیچھے بوا بھی چلی آئی۔

"بوا آپ اس کی گرم پانی سے چوٹیں صاف کریں میں تب تک ڈاکٹر کو کال کرتا ہوں۔" اسے بیڈ پہ لٹا کر کمبل اوڑھاتے ہوئے وہ بولا۔

"صارم بیٹا بہت برا کیا آپ نے بہت برا اگر نکاح کیا ہی تھا تو کم از کم نکاح کی لاج ہی رکھ لیتے۔" بوا اس کے زخم صاف کرتے ہوئے سسک اٹھی صارم نے ہونٹ بھینچ کر انہیں دیکھا بوا نے شروع دن سے لے کر آج تک کی ہر بات صارم کے گوش گزار کر دی وہ ساکت بیٹھا سنتا رہا بوا سسکتی رہی۔

"بس بیٹا بہت ہو گیا اب اپنا گزارا نہیں یہاں ظلم سہنے والا ظلم کرنے والا اور ظلم دیکھ کر بھی چپ رہنے والا بھی گناہ گار ہے ہم بٹیا کے لئے کچھ نہ کر سکے بہت کوشش کی نہیں فون کرے کی مگر تمہارا فون بند تھا بس تم سے گزارش ہے اپنے ساتھ لے جاؤ نہیں تو چپ چاپ طلاق دے کر فارغ کر دو۔" بوا کتنی ہی دیر دل کی بھڑاس نکالتی رہی تھی وہ سن بیٹھا اسے دیکھتا رہا تھا۔

☆☆☆

تین دن سے مسلسل وہ اس کے ساتھ تھا وہ ٹھیک طرح سے ہوش میں آتی بھی نہ تھی اور چیخنا چلانا شروع کر دیتی۔

"بچاؤ..... بچاؤ..... آگ..... اماں..... لالہ..... کوئی تو بچائے..... وہ مجھے مار دے گی۔" ہوش میں آتے ہی اس کی زبان پہ یہ الفاظ ہوتے، صارم ڈسٹرب ہو کے رہ گیا تھا شہر سے بابا جان کو بھی بلوایا لیا تھا انہوں نے آتے ساتھ ہی بے جی اور سکینہ کو وہ سنائی تھی کہ دونوں سٹپٹا گئی، بے جی کو تو خیر کچھ کچھ زیادتی کا احساس مگر سکینہ بیگم اب بھی جھکنے کو تیار نہ تھی، انہیں تو یہی فکر تھی تین دنوں سے صارم گھر تھا مگر کمرے میں نہ آیا تھا مسلسل عنایہ کے پاس تھا بے جی دو چار چکر اس کے کمرے کے لگا چکی تھیں۔

"بے چاری کے ساتھ کچھ زیادہ ہی کر گیا سکینہ۔" بڑبڑاتی ہوئی بے جی اور سکینہ کو آگ لگ جاتی بے جی ہاتھوں سے نکلتی دکھائی دیتی، چار اور تیری بیٹی کی قاتل کی بہن ہے تو یہ مت بھولا اور بے جی گہری سوچ میں ڈوب جاتی، مگر ضمیر برابر کچوکے لگاتا۔

☆☆☆

رات وہ کتاب پڑھتے پڑھتے یونہی کرسی ہی سو گیا تھا جب اچانک عنایہ کی زوردار چیخ پہ ہڑبڑا کر سیدھا ہوا، وہ بیڈ پہ بیٹھی لمبے لمبے سانس لے رہی تھی، وہ تیزی سے اٹھ کر اس کے قریب چلا آیا۔

"عنایہ کیا ہوا۔" ہولے سے اس کا بازو مگر وہ ڈر کر اس سے بازو چھڑوا کر بیڈ کی دوسری طرف کھسک گئی۔

"مجھے مت مارنا، پلیز مجھے مت مارنا آنکھوں سے بے تحاشا آنسو بہہ رہے تھے۔

"عنایہ دیکھو ڈرو نہیں۔" وہ پھر اس کے قریب ہوا۔

"نہیں پلیز، بچاؤ آگ، کوئی تو بچا لالہ۔" وہ کمبل ہٹا کر تیزی سے بیڈ سے اتر صارم نے اتنی ہی تیزی سے اسے پکڑ لیا۔

"عنایہ ہوش میں آؤ۔" اسے جھٹکا دیا۔

"کچھ بھی نہیں ہے تم کمرے میں ہو میرے پاس، دیکھو کہیں بھی نہیں ہے آگ، کہاں دیکھو۔" وہ اسے جھنجھوڑ رہا تھا، وہ یک ٹک اسے دیکھنے لگی۔

"میں صارم ہوں پہچانا مجھے۔" اسے خود کو دیکھتے پا کر صارم نے اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھاما، کتنی ہی دیر وہ ڈبڈبائی نظروں سے اسے دیکھتی رہی اگلے ہی لمحے پہچان کے لمحے طے ہوتے ہی اس کے سینے سے جا لگی۔

"وہ مجھے مار دے گی، پلیز مجھے بچاؤ، مجھے لالہ کے پاس چھوڑ آؤ، پلیز مجھے یہاں نہیں رہنا۔" وہ زار و قطار رو رہی تھی۔

"میں آ گیا ہوں ناں اب وہ تمہیں نہیں مارے گی ہوں۔" اس کا چہرہ تھام کر صارم نے اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں تم چلے جاتے ہو تو وہ مجھے مارتی ہے تم پلیز مت جاؤ پلیز مت جاؤ۔" وہ اس وقت بچی بنی خوف سے اس کے ساتھ چمٹی تھی۔

"اوکے اوکے ریلیکس میں کہیں نہیں جاؤں گا یہی ہوں تمہارے پاس، ٹھیک ہے۔" وہ اسے بچوں کی طرح ٹریٹ کرتے ہوئے بولا تو وہ آنسو صاف کرتی بچوں کی ہی طرح سر ہلانے لگی صارم کو بے ساختہ ہنسی آئی۔

دوبارہ اسے لٹاتے ہوئے کمبل اوڑھایا، اور خود اس کے قریب ہی بیٹھ گیا کافی دیر بعد جب وہ سو گئی تو وہ اس کے ہاتھ میں سے اپنا ہاتھ آرام سے نکالتے ہوئے اٹھا بچی نیند میں جاتی عنایہ نے بے ساختہ اس کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا۔

"مجھے چھوڑ کر جا رہے ہو۔" نیند میں ڈوبی سرخ خوفزدہ آنکھیں لئے وہ اسے پوچھ رہی تھی نجانے کیسا ڈر تھا اسے۔

"بالکل بھی نہیں میں تمہیں کیوں چھوڑوں گا میں تمہارے پاس ہوں تم سو جاؤ۔" اسے دلاسا دیتے ہوئے وہ اس کے پاس بیٹھنے کی بجائے اس کے پہلو میں جگہ بنا کر لیٹ گیا تھا عنایہ نے اس کے ہاتھ کی انگلیوں میں اپنی انگلیاں پھنساتے ہوئے اس کا ہاتھ مضبوطی سے تھام کر آنکھیں موند لی تھیں گویا اب وہ پرسکون تھی مگر صارم کو بے سکون کر چکی تھی، اس کے گہری نیند میں جاتے ہی وہ آہستگی سے اٹھنے لگا مگر وہ شاید نیند میں کسمسائی تھی، وہ دوبارہ لیٹ گیا عنایہ کا سر اب اس کے بازو پہ آن پڑا تھا، کتنی ہی دیر وہ دل پہ ضبط کرتا اس کے چہرے کو دیکھتا رہا مگر اگلے ہی پل وہ کروٹ بدلے اسے اپنی آغوش میں لے چکا تھا۔

☆☆☆

پورا ویک صارم اور بوا کی دیکھ بھال صارم کی محبت پل پل کا ساتھ وہ ہفتے کے اندر اندر بھلی چنگی ہو گئی اور یہ پورا ویک سکینہ بیگم نے جیسے کانٹوں پہ تڑپتے سلگتے گزارا تھا پورا ہفتہ وہ عنایہ کے پاس سے ایک منٹ کے لئے نہ اٹھا تھا تینوں ٹائم کا کھانا بوا روم میں ہی دے جاتی بابا جان اور بے جی بھی کتنی بار اس کا احوال پوچھنے اس کے روم تک آئے تھے، اس صبح اس کی آنکھ کھلی تو شاید فجر گزرے کافی ٹائم ہو گیا تھا بائیں طرف پرسکون سا صارم گہری نیند سو رہا تھا، ایک ہاتھ گال کے نیچے دوسرا عنایہ کی کمر کے گرد لپٹا تھا کتنی ہی دیر اسے دیکھتے رہنے کے بعد وہ آہستگی سے اس کا بازو ہٹاتی بیڈ سے اتر آئی واش روم سے نکل کر جب وہ باہر آئی تو جلدی جلدی وضو کر کے قضا نماز ادا کی ایک نظر صارم کو دیکھا (وہ کروٹ کے بل سو رہا تھا اور آہستگی سے دروازہ بند کرتی کمرے سے باہر نکل آئی، سیڑھیاں اتر کے نیچے جاتے وہ ایک دم ٹھٹک کے رکی تھی آخری سیڑھی پہ سکینہ بیگم کھڑی اسے قہر آلود نظروں سے گھور رہی تھیں، ان کی نظریں اس کی کمر پہ پھیلی آبشار پہ تھیں جس سے پانی کی بوندیں ابھی تک ٹپک

www.urdugem.com

رہی تھیں، وہ تھوک نگلتی آگے آئی اور آہستگی سے سلام کرتی ان کے پاس سے گزرنے لگی جب اچانک سکینہ بیگم نے اس کے بالوں کو اپنی مٹھی میں جکڑ لیا تھا، عنایہ کے منہ سے بے اختیار چیخ نکلی تھی، نیند میں کروٹ لیتے صارم کی آنکھیں پٹ سے کھلیں تھیں، بستر خالی دیکھ کر اگلے ہی پل کمبل اتار کے پھینکتا وہ باہر کی جانب دوڑا، سیڑھیوں کے دھانے آ کے اسے بے ساختہ ٹھٹک کے رکنا پڑا۔

"کمینی..... بے غیرت..... ذلیل عورت، میرے شوہر کو چھینے آئی ہے میں تجھے مار ناں دوں، بدذات عورت، اس دن تو بچ گئی مگر آج بچ گئی مار دوں گی میں تجھے جان سے مار دوں گی۔" سکینہ بیگم مضبوطی سے اس کے بالوں کو جکڑے پے در پے اس کے چہرے کو تھپڑوں سے سرخ کرتی جا رہی تھی، صارم تیزی سے آگے بڑھا تھا سکینہ بیگم کو دھکا دے کر اس سے دور کیا اور عنایہ کو اپنے پیچھے چھپا لیا تھا بابا جان اور بے جی بھی اپنے روم سے شور کی آواز سن کر بھاگے آئے۔

"کیا ہو رہا ہے یہ۔" بابا جان گرجے تھے جبکہ صارم غصے سے سکینہ بیگم کو گھور رہا تھا۔

"پاگل ہو گئی ہے یہ عورت بابا جان، دماغ خراب ہو گیا ہے اس کا۔"

"ہاں ہو گیا ہے دماغ خراب میرا، اس سے پوچھ چاچا، پورے ہفتے سے یہ کیا رنگ رلیاں منا رہا ہے اوپر چھپ چھپ کے اس کو سمجھا خاندانی بیوی میں ہوں اس کی یہ ونی میں آئی ہے..... اگر..... کیا بکواس ہے سکینہ تیرے کو غیرت نی آئی چاچے کے سامنے ایسی بات کرتے۔" سکینہ بیگم جو تن کے بابا جان کے سامنے جا کھڑی ہوئی تھی کی بات کاٹتے ہوئے بے جی غصے سے بولی۔

"کیوں غیرت آئے میرے کو ہاں، بول چاچی، غیرت اسے آنی چاہیے ناں بے غیرت بنا اک ہفتے سے اس کے چرنوں میں بیٹھا ہے، میں کہہ رہی ہوں اب اگر....."

"چٹاخ۔" صارم کا پڑنے والا تھپڑ اتنا زور دار تھا کہ سکینہ بیگم اگلے کئی لمحے بے یقینی سے اسے دیکھتی رہ گئی یہ وہی صارم تھا جو ہر وقت اس کے آگے جھکا رہتا تھا جس کے منہ سے آپ جناب کے علاوہ کبھی بات نہ نکلی تھی ہمیشہ سے اسی کی مانتا آیا تھا، آج وہی صارم اسی نے ہاتھ اٹھایا تھا۔

"تو نے مجھے مارا اس کمینی کے لئے اس ڈائن کے لئے مجھے مارا۔" وہ چیختی چلاتی صارم کو دھکا دیتی پھر عنایہ کی طرف لپکی تھی مگر صارم نے رستے میں ہی سکینہ بیگم کے بازوؤں کو مضبوطی سے جکڑ لیا۔

"ہاں مارا میں نے اور اگر اب تم نے بکواس کی تو گدی سے زبان بھی کھینچ لوں گا۔" جھٹکے سے اسے خود سے دور کرتے ہوئے وہ غصے سے بولا۔

"دیکھا چاچی تو نے تو بھی دیکھ لے چاچا آج فیصلہ ہو کر رہے گا آج میں اپنے باپ اور بھائیوں کو ابھی بلاتی ہوں آج یا یہ قاتل اس گھر میں رہے گی یا میں بس فیصلہ ہو گیا۔" سکینہ بیگم بابا جان اور بے جی کو مخاطب کر کے عنایہ کو گھورتے ہوئے دھپ دھپ کرتی فون کرنے اندر بڑھ گئی، صارم سر پکڑ کر وہی صوفے پر بیٹھ گیا بابا جان اور بے جی سر جھکائے بیٹھے تھے عنایہ نے ڈبڈبائی نظروں سے سب کو دیکھا اور خود کو گھسیٹتی ہوئی بابا جان کے قدموں میں جا بیٹھی، بابا جان نے سر اٹھا کے بے ساختہ اسے دیکھا جو سر جھکائے دونوں ہاتھ باندھے ان کے آگے بیٹھی تھی۔

"میں قاتل نہیں ہوں بابا جان ناں ہی قتل میرے بھائی نے کیا ہے، ہاں یہ غلطی میرے

بھائی سے ضرور ہوئی تھی کہ اس نے آپ کی بیٹی سے محبت کی۔" وہ سسک اٹھی۔

"ہاں یہ ضرور میں جانتی ہوں قاتل کون ہے؟" صارم کل نے جھٹکے سے سر اٹھا کر بے یقینی سے اسے دیکھا، اس گھر کا ایک ایک ملازم جانتا ہے قاتل کون ہے پتا نہیں آپ کی بے جی اور صارم کی آنکھوں پہ پٹی کیسے بندھی رہی، (اسی ٹائم سکینہ بیگم دوبارہ واپس آئی تھی مگر ٹھٹک کر رک گئی)۔

"میں نے بہت دفعہ آپ کو بتانے کی کوشش کی مگر سکینہ بیگم نے کبھی آپ کا سامنا ہونے ہی ناں دیا، مرتے وقت وینا نے آخری خط لکھا تھا اس میں اس نے بتایا تھا کہ قاتل کون کون ہے۔" وہ سسکی۔

"کون ہے وہ؟" صارم ایک دم اٹھ کے قریب آیا تھا۔

"کیا بکواس کر رہی ہے جھوٹ بول رہی ہے کمینی عورت۔" سکینہ بیگم جیسے ہوش میں آئیں تھیں۔

"میں جھوٹ نہیں بولتی۔" وہ چیخی۔

"میں جھوٹ بول رہی ہوں تو کیا وینا کا خط جھوٹ بولے گا اس گھر کے ملازم جن کے منہ آپ کے خوف نے بند کر رکھیں ہے وہ جھوٹ بولیں گے نہیں تو آپ بابا جان وینا کی اس دوست کو بلوا لیں ثناء نام تھا اس کا اسی نے خط لالہ تک پہنچایا تھا۔" سکینہ بیگم کی خوف سے رنگت ہی اڑ گئی۔

"صارم آپ لالہ کو بلوائیں ان کے پاس ابھی بھی وینا کا خط موجود ہے۔" وہ تیزی سے صارم کی طرف لپکی۔

"جھوٹ مت بول وہ قاتل ادھر نہیں آئے گا گاؤں میں داخل ہونے سے پہلے میں اسے ختم کروا دوں گی۔" سکینہ بیگم زور سے چیخی۔

"تم خاموش رہو سکینہ، صارم تم شاہ میر کو فون لگاؤ آج واقعی فیصلہ ہو جانا چاہیے۔" بابا جان نے سکینہ کو ٹوکا اور صارم سے بولے وہ سر ہلاتا فون اسٹینڈ کی طرف بڑھ گیا۔

☆☆☆

لاؤنج میں موت کے سناٹے جیسی خاموشی تھی شجاعت اور تایا جان بھڑک بھڑک کر اب خاموش بیٹھے تھے اسی پل شاہ میر لالہ نے لاؤنج میں قدم رکھا تھا عنایہ تیزی سے بھاگ کر ان کے سینے سے جا لگی، کتنی ہی دیر وہ اس کا سر تھپتھپاتے رہتے تھے۔

"اس کی جرأت کیسے ہوئی یہاں تک آنے کی۔" تایا جان بھڑک اٹھے تھے۔

عنایہ نے لالہ سے خط لے کر صارم کے حوالے کیا تھا جوں جوں وہ پڑھتا گیا اس کے چہرے کی رنگت بدلتی گئی اس نے ڈبڈبائی نظروں سے شاہ میر لالہ کو دیکھا تھا (یونیورسٹی فیلو ہونے کے باوجود اس نے آج تک یہ سچ اس سے چھپائے رکھا تھا) آہستہ آہستہ سب کے ہاتھوں سے ہوتا ہوا خط شجاعت کے ہاتھ آیا تھا۔

"سالے کمینے یہ ساری بکواس خود سے لکھ کر تو کیا سمجھتا ہے ہم تیری بات مان جائیں گے۔" وہ تیزی سے اٹھ کر شاہ میر کی طرف بڑھا تھا، جب تیزی سے صارم اس کے رستے میں آ گیا۔

"چپ چاپ کھڑے رہو ورنہ اپنے پیروں پہ گھر واپس نہ جا سکو گے۔" صارم کی آواز میں نجانے کیا تھا شجاعت بے ساختہ دو قدم پیچھے ہوا تھا۔

"اور تم سکینہ بیگم۔" رخ سکینہ کی طرف موڑا۔

"فیصلہ چاہتی تھی ناں تم، جاؤ آج میں

www.urdugem.com

صارم ملک اپنے پورے ہوش وحواس میں تمہیں طلاق دیتا ہوں۔"

"نہیں۔" سکینہ بیگم تڑپ کے آگے بڑھی مگر صارم نے دھکا دے کر اسے خود سے دور کر دیا۔

"طلاق دیتا، طلاق دیتا ہوں اور تایا جان آپ اپنی بوڑھی طلاق یافتہ بیٹی کو سنبھالیں اور انشاءاللہ میرا رب میری بہن کا انصاف خود کرے گا۔"

اور پھر پورے گاؤں نے دیکھا تھا ساجد ملک کے دونوں بیٹے ایک ہی لڑکی کے چکر میں ایک دوسرے کے دشمن بن بیٹھے تھے اور پھر ایک دن دونوں نے ہی ایک دوسرے کو گولیوں سے بھون ڈالا تھا تایا جان بیٹوں کے غم سے چارپائی سے جا لگے تھے فالج کے اٹیک نے انہیں کہیں کا ناں چھوڑا تھا سکینہ بیگم کو لوگوں نے پھر پاگلوں کی طرح گلیوں میں دوڑتے دیکھا تھا، گندگی کے ڈھیر پہ بیٹھی کچھ نہ کچھ ڈھونڈ کے کھا رہی ہوتی، بوا نے ٹھیک کہا تھا اللہ انسان کو پہلے پہل ڈھیل دیتا ہے اور جب رسی کھینچنے پہ آتا ہے تو بڑے بڑوں کی بس ہو جاتی ہے۔

☆☆☆

"بہو صارم نہیں اٹھا ابھی تک۔" تخت پہ بیٹھی بے جی نے آواز لگائی تھی، کچن میں خانساماں کے ساتھ ناشتہ تیار کرتی عنایہ کے ہاتھ لمحہ بھر کے لئے رکے تھے۔

"دیکھتی ہوں بے جی، اٹھا کے تو آئی تھی شاید جاگ گئے ہوں گے۔" اونچی آواز میں کہتی ہاتھ صاف کرتی کمرے میں چلی آئی سامنے کا منظر دیکھ کر اس کا دماغ گھوم گیا۔

"اللہ اللہ صارم کتنا سوئیں گے تین دفعہ تو اٹھا چکی ہوں، بچے تیار بیٹھے ہیں سکول کے لئے اب ناں اٹھے ناں تو شوفر کے ساتھ بھیج دوں گی انہیں، سنا کہ نہیں۔" صارم کے منہ سے کمبل کھینچتے ہوئے وہ زور سے بولی مگر جواب ندارد، الٹا وہ کروٹ بدل کے دوبارہ سو گیا۔

"اف اللہ میں کدھر جاؤں، اٹھ جائیں صارم آفس سے لیٹ ہو جائیں گے۔" زور سے کندھا ہلایا مگر وہ بے سدھ رہا۔

"ایسے نہیں اٹھیں گے آپ بے جی کو بھیجتی ہوں صبر کریں۔" زور سے بولتی ہوئی وہ واپس جانے کو مڑی مگر ہاتھ مضبوط گرفت میں آتے ہی اسے ٹھٹک کے رکنا پڑا اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتی صارم نے جھٹکے سے اسے اپنے اوپر گرا لیا۔

"بے جی کے ڈراوے دیتی ہو ہوں۔" نیند میں ڈوبی سرخ آنکھوں سے اسے گھورا۔

"تو آرام سے اٹھ جایا کریں ناں روز لیٹ ہو جاتے ہیں آفس سے۔" عنایہ سٹپٹائی۔

"پیار سے جگایا کرو تو اٹھ جایا کریں ناں اتنے غصے سے اٹھاتی ہو کس کافر کا دل کرتا ہے اٹھنے کو۔" مزید قریب کیا۔

"حد ہے صارم چھوڑیں کوئی آ جائے گا۔" عنایہ گھبرائی۔

"تو کیا ہے آ جائیں میاں بیوی ہے رومانس تو چلتا ہے ناں۔" وہ چہکا۔

"اف اللہ صارم ہر وقت مذاق سوجھا رہا تھ بچے اٹھے ہوئے ہیں دیکھنا جن کی طرح ابھی حاضر ہو جائیں۔" وہ اس کے حصار سے نکلنے کی کوشش کرتے ہوئے بولی۔

"تو آنے دو بھئی مجھے کون سا کسی کا ڈر ہے۔"

تبھی دروازے پہ کھٹکا ہوا پانچ سالہ ارحم نے دونوں ہاتھ آنکھوں پہ رکھے ہوئے اندر جھانکا۔

"پاپا میں اندر آ جاؤں۔" چہرے پہ معصومیت لئے وہ پوچھ رہا تھا، عنایہ تیزی سے اس سے الگ ہوئی جبکہ شرمندہ شرمندہ سا صارم سر پہ ہاتھ پھیر کر رہ گیا۔

"آ جاؤ بیٹا۔" عنایہ جلدی سے اٹھ کے اس کے قریب آئی۔

"نجی نجی پاپا میں نے کچھ بھی نہیں دیکھا اب میں آنکھوں سے ہاتھ ہٹا دوں ناں۔" صارم کے تو گویا چھکے چھوٹے تھے جبکہ عنایہ نے گھور کے صارم کو دیکھا۔

"ہاں بیٹا کر لو نیچے، اب کیا ہے دیکھنے کو۔" آخری الفاظ منہ ہی منہ میں بڑبڑائے۔

"پاپا دادو کہہ رہی ہیں جلدی آ جائیں ناشتہ ریڈی ہے۔" آنکھوں سے ہاتھ ہٹاتا ہوا وہ جھپاک سے باہر نکل گیا۔

"ادھر آؤ۔" ارحم کے باہر نکلتے ہی خود کو گھوری عنایہ کو اشارہ کیا۔

"اب بے جی کو بھیجتی ہوں ایسے نہیں اٹھیں گے آپ۔" غصے سے بولتی ہوئی وہ بھی باہر نکل گئی۔

"او تیری۔" کمبل پرے پھینکتا ہوا وہ واش روم میں جا گھسا۔

"صارم اٹھ گیا کیا۔" عنایہ کو باہر آتے دیکھ کر بابا جان نے پوچھا، چار سالہ نیہا ان کی گود میں چڑھی بیٹھی تھی۔

"جی بابا جان میں ناشتہ لگواتی ہوں آپ آ جائیں تب تک صارم بھی آ جائیں گے۔" کہتی ہوئی وہ کچن میں جا گھسی اور واقعی جب ناشتہ ٹیبل پہ لگا تب تک صارم بھی آ چکا تھا۔

"السلام علیکم بابا جان بے جی۔" دونوں کو مشترکہ سلام کرتا کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔

"آج میں پاپا کے ساتھ ناشتہ کروں گی۔" نیہا باپ کو دیکھ کر اس کی گود میں جا گھسی تھی۔

"نیہا بری بات پاپا کو آرام سے ناشتہ کرنے دیں آئیں میں آپ کو ناشتہ کرواؤں۔" عنایہ نے اسے صارم کی گود سے لینا چاہا، وہ مزید باپ سے چمٹ گئی۔

"نہیں پاپا کے ساتھ کرنا ہے۔"

"اچھا یار رہنے دو آج ہم باپ بیٹی مل کے ناشتہ کریں گے۔" صارم نے چٹا چٹ اس کے پھولے پھولے گال چومے۔

"صارم یہ کپڑے خراب کر دیں گی آپ کے۔" عنایہ نے خفگی سے اسے گھورا۔

"کوئی بات نہیں یار تم بھی بیٹھ کے ناشتہ کرو۔" صارم نے ہاتھ سے پکڑ کے ساتھ والی کرسی پہ بیٹھایا، بابا جان اور بے جی مسکراتے ہوئے ناشتہ کرتے باپ بیٹی کے لاڈ دیکھتے رہے۔

"پاپا کل ہم نے مارکیٹ میں اتی پاری اتی بڑی ڈول دیکھی مگر ماما نے لے کر ہی نہیں دی۔" منہ بسورتے ہوئے وہ باپ کو عنایہ کی شکایتیں لگانے لگی۔

"ارے بھئی کیوں نہیں لے کے دی ہماری پرنسز کو ڈول۔" صارم نے خفگی سے عنایہ کو گھورا۔

"کمرہ بھرا پڑا ہے آپ کی پرنسز کا ڈول سے، ان کے بس میں ہو تو پورا بازار خرید لائیں۔" عنایہ نے نیہا کو دیکھا جو مسلسل منہ بسور رہی تھی۔

"اچھا بھئی شام کو پاپا آئیں گے تو اپنی پرنسز کو ساتھ لے کر جائیں گے پھر جو مرضی خرید لینا ٹھیک۔" صارم نے بسورتی ہوئی نیہا کی پیشانی چومی باپ کو مانتے دیکھ کر نیہا نے خوشی خوشی گردن ہلائی۔

"پاپا مجھے بھی وہ بڑا والا ہیلی کاپٹر لینا

www.urdugem.com

ہے۔" خاموش بیٹھا ارحم بھی بول اٹھا۔
"اچھا میری جان شام کو واپس تو آ لینے دو۔" صارم مسکراتے ہوئے بولا۔
"چلو اٹھو جلدی کرو سکول سے دیر ہو رہی ہے۔" عنایہ نے جلدی جلدی دونوں بچوں کو اٹھایا، بچوں کے بیگ اور لنچ ملازم کے ہاتھ گاڑی میں رکھوائے، دونوں بچوں نے جھک کر دادا دادی کی پیشانیاں چومی (یہ عادت دونوں نے اپنے باپ سے لی تھی) پھر ماں کے گلے لگ کر ماں کی پیشانی چومی اور آگے پیچھے بھاگتے باہر نکل گئے عنایہ صارم کا بریف کیس تھامے انہیں چھوڑنے کار تک آئی بچوں کو آگے بیٹھا کر بریف کیس پیچھے سیٹ پر رکھا۔
"عنایہ یہ بند کرنا یا بند نہیں ہو رہا۔" صارم کی آواز پہ متوجہ ہوتی وہ اس کے قریب آئی تھی خفگی سے اسے گھورا اور آگے بڑھ کر اس کا کلائی کا بٹن بند کرنے لگی (یہ صارم کا روز کا معمول تھا کبھی ٹائی کبھی بٹن کبھی کوٹ سیٹ کرنا) صارم نے مسکراتے ہوئے اس کے ماتھے کے بل دیکھے اور دوسرے ہاتھ سے اس کی کمر میں بازو ڈال کر اسے قریب کرلیا۔
"ارحم کتنے سال کا ہے۔" سرگوشی نما انداز تھا۔
"پانچ۔" (روز کے سوال کا جواب)۔
"نیہا کتنے سال کی ہے؟"
"چار سال کی اور ہماری شادی کو کتنے سال ہوگئے۔" (ٹائم ویسٹ کرنے کا نیا طریقہ)
"چھ سال۔" عنایہ نے سر اٹھا کر اس کی آنکھوں میں دیکھا، محبت ٹھاٹھیں مارتا سمندر۔
"اتنے سال ہونے کے باوجود بھی میری محبت بڑھتی ہی کیوں جا رہی ہے۔" سرگوشی نما انداز۔

(ایسے ماحول میں وہ آس پاس کے ما
سے کٹ جاتا تھا)۔
"ہر جگہ کو بیڈ روم مت بنا لیا کریں صا
بچے دیکھ رہے ہیں۔" خفگی سے ڈانٹتے ہو
ایک نظر بچوں کو دیکھا جو ڈیشنگ بورڈ پہ مو
صارم کی چیزوں میں مگن تھے۔
"یار۔" صارم کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔
"چلے جائیں لیٹ ہو رہے ہیں۔" ڈ
ہوئے اس کا دھیان ٹائم کی طرف کروایا تھا
دیکھتا وہ بھی سیدھا ہوا۔
"چلتا ہوں یار خیال رکھنا اپنا۔" دونو
ہاتھوں میں اس کا چہرہ تھام کر عقیدت سے اس
پیشانی چومتا ہوا نرمی سے اسے ساتھ لگا کر گا
کی طرف بڑھ گیا۔
"بائے ماما۔" صارم کار اسٹارٹ کرتے
دونوں بچوں نے ہاتھ ہلائے تھے جواب میں
بھی چہرے پہ مسکراہٹ لئے ہاتھ ہلاتی ان
آیات کا ورد کر کے پھونکتی رہی جتنی دیر کار نظر
کے سامنے رہی وہ کلام بڑھتی رہی کار کے او
ہوتے ہی وہ اندر کی جانب چل دی جہاں
جان اور بے جی اس کے انتظار میں بیٹھے تھے ا
باقی کا ٹائم انہیں بھی تو دینا تھا ناں۔

☆☆☆

gem.com